قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلغوا عنی ولو آیۃ

(رواہ البخاری)

سلسلۂ

التبلیغ

کا پہلا وعظ مسمی بہ

ذکر الرسول

ملقب بہ

المریع فی الربیع

منجملہ ارشادات حضرت قبلہ وکعبہ امام مرشدی و مولائی حافظ شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی دام ظلہم

… منشی جمال الدین ابن شرف الدین صاحبان تاجر بیاور ضلع اجمیر

مطبع اشرف المطابع تھانہ بھون میں طبع کیا گیا

(۲)

(معین الدین پریس میرٹھ)

بار اول ۱۰۰۰

التبلیغ کا پہلا وعظ مسمّٰی بہ ذکر الرسول
وملقب بہ المربع فی الربیع

این	متی	کم	کیف	ماذا	من ضبط	المستمعون	اشتات
کہاں ہوا	کب ہوا	کتنا ہوا	کھڑے ہو کر یا بیٹھکر	کیا مضمون تھا	کس نے لکھا	سامعین کی تخمینی تعداد	متفرقات
جامع مسجد تھانہ بھون	۱۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ھ یوم جمعہ	۲ گھنٹہ	بیٹھکر	حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حقوق کا بیان	حکیم محمد یوسف صاحب بجنوری	۵۰۰	

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ **اما بعد** فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ط بسم اللہ الرحمن الرحیم ط قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولا یتلوا علیکم آیات اللہ مبینٰت لیخرج الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت من الظلمٰت الی النور ط ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحا یدخلہ جنٰت تجری من تحتھا الانھار خٰلدین فیھا ابدا ط قد احسن اللہ لہ رزقا ہ یہ ایک بڑی آیت کا ٹکڑا ہے اسیکی تلاوت پر اسلیئے اکتفا کیا گیا کہ اس وقت اس جزو آیت ہی کا صرف بیان مقصود ہے۔ حق تعالیٰ نے اس آیت کے جزو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے حقوق اور برکات بیان فرمائے ہیں وجہ اس بیان کے اختیار کرنیکی اسوقت یہہ ہے کہ بعض محبین کی عادت ہے کہ وہ اس زمانہ میں تذکرہ کیا کرتے ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل کا۔ اور یہہ بڑی خوبی کی بات ہے مگر اسکے ساتھ جو ان کو غلطی واقع ہوئی ہے اُس کا رفع کرنا بھی ضروری ہے اس آیت میں غور کرنے سے اور نیز دوسری نصوص میں غور و نظر کرنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کچھ حقوق ہیں جن کا ادا کرنا واجب ہے۔ اور ادائے حق کے معنے یہہ ہیں کہ تمام حقوق ادا کیئے جاویں۔ ایک کیا اور ایک نہ کیا اس سے ادائے حق نہیں ہوتا علم کی کمی سے مختلف قسم کی غلطیاں ہوجاتی ہیں ان میں سے ایک غلطی یہ بھی ہے کہ بعض ایک حق کو اور بعض دوسرے کو اور بعض تیسرے حق کو ادا کرکے سمجھتے ہیں کہ ہم نے ادائے حق کردیا حالانکہ ادائے حق کے معنے یہ ہیں کہ تمام حقوق کی رعایت کی جائے مثلاً باپ کا حق یہ ہے کہ اُس کا ادب بھی کرے اطاعت بھی کرے اُسکے لیئے دعا بھی کرے اُسکی تعظیم بھی کرے اگر اُسکو حاجت ہو خدمت بھی کرے اور مثلاً بادشاہ کا حق یہہ ہے کہ اُس کا ادب کرے

ادائے حقوق کے معنے ادائے ہر ایک حق کی رعایت ہے

عہ یہہ مواعظ کا ایک جدید سلسلہ شروع کیا گیا ہے جسمیں انشاء اللہ ہمیشہ جدید مواعظ شائع ہونگے ملنے کا پتہ دفتر اشرف المطابع تھانہ بھون
عہ یعنے ربیع الاول میں ۲ ماہ

اُسکے احکام کو مانتے اُس کی عظمت دل میں ہو اُسکی اطاعت کرے اب اگر کوئی شخص اُسکی تعظیم نہ کرے یا احکام کو نہ مانے تو اُسنے بادشاہ کا حق ادا نہیں کیا مثلاً جب گفتگو کرتا ہے تو نہایت خلاف یا تعظیم و تکریم تو اسقدر کرتا ہے کہ پچھلے پاؤں ہٹتا جاتا ہے۔ مگر قانون کے خلاف کرتا ہے قانون کی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ ہاں زبان سے بادشاہ کی مدح و ثنا خوب کرتا ہے اور اُسکے متعلق مختلف جلسوں میں خوب تقریریں کرتا ہے اور اگر کوئی کہتا ہے تو جواب میں یہ کہتا ہے کہ جو میں کر رہا ہوں میرے نزدیک ادائے حق یہی ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی شخص بھی اس عذر کو قبول نہ کرے گا بلکہ سب سے بڑا حق تو سلطان کا رعایا پر یہی ہے کہ اُسکی مخالفت نہ کی جائے۔ غرض یہ تو ادائے حقوق کی حقیقت ہے۔ اب سمجھئے کہ حقوق میں تفاوت ہوتا ہے۔ باپ کا اور حق ہے ماں کا اور بی بی کا اور بیٹے کا اور بہن کا اور رسول کا اور خدا کا اور یہ قاعدہ سب میں مشترک ہے کہ ادائے حق اُسی کو کہیں گے جو سب حقوق ادا کیے جائیں مثلاً باپ کا حق یہ تھا کہ اُس کی تعظیم بجالاتا اطاعت کرتا اُس کی خدمت کرتا اُس کی مدح کرتا دعا کرتا ادب سے گفتگو کرتا۔ مگر بیٹے کی حالت یہ ہے کہ نہ اُسکی تعظیم بجالاتا ہے نہ اطاعت کرتا ہے نہ دعا مگر ہاں مجمعوں میں باپ کی مدح و ثنا خوب کرتا ہے تو کیا اسکو کہا جاوے گا کہ وہ باپ کا حق ادا کرتا ہے۔ اگر باپ کہتا ہے کہ بیٹا اُٹھکر پانی دے دو تو یوں جواب دیتا ہے کہ میں نے آپکی بہت سی تعریفیں کر دی ہیں اب مجھے ضرورت اطاعت کی نہیں رہی ہیں خدمت نہ کروں گا۔ یہ کہاں کی علت لگائی کہ میں یہ باتیں بھی کروں۔ ظاہر ہے کہ کوئی عاقل اسکو ادائے حق نہ کہے گا۔ علیٰ ہذا اور حقوق کے بارے میں بھی ایسا ہی کہدے۔ ان مثالوں سے معلوم ہو گیا کہ بعض حق ادا کرنے سے حق ادا نہیں ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو حقوق ہیں تو اُن کا ادا کرنے والا وہی شخص سمجھا جاویگا جو سب حقوق ادا کرے اور کسی شخص کے اس طرز کو کافی نہ سمجھا جائے گا کہ ایک حق کو تو ادا کرے اور باقی کو چھوڑ دے۔ جب یہ سمجھ میں آگیا تو اب ضرورت اس امر کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق پہچانے جائیں۔ اس باب میں اس وقت تین جماعتیں ہو رہی ہیں۔ کثرت سے وہ لوگ ہیں کہ اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا دعویٰ ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زبانی فضائل بیان کرنے کو کافی سمجھتے ہیں نہ اطاعت سے بحث ہے نہ اُنکے دل میں حقیقی محبت ہے نہ تعظیم ہے۔ تین حقوق تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ ایک حق اطاعت ایک حق محبت۔ ایک حق عظمت۔ سو زیادہ حصہ تو اُن لوگوں کا ہے جو صرف زبانی محبت پر اکتفا کرنے کو کافی سمجھتے ہیں نہ اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی خبر نہ حقیقی محبت کی خبر نہ عظمت کی۔ بس اسکو کافی سمجھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کر لیا جاوے۔ باقی جتنا اہتمام ذکر کا ہوتا ہے اطاعت کا نہیں ہوتا۔ دلیل اسکی یہ ہے کہ اگر اطاعت کرتے تو علماء سے رجوع کرتے اُنسے مسائل دین کے پوچھتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کا طریقہ دریافت کرتے اُن سے احکام کی تحقیق کرتے۔ مگر دیکھا جاتا ہے کہ اس کا ذکر بھی نہیں۔ سو زیادہ لوگ تو اسی قسم کے ہیں اسواسطے ضرورت اسکی ہوئی کہ اس غلطی کو رفع کر دیا جاوے محبت بیشک

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق تین ہیں ۔ (۱) اطاعت [illegible]

بڑا حق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اس کا مقتضے یہ بھی ضرور ہے کہ ذکر مبارک کیا جاوے مگر اسی کا مقتضے یہ بھی ہے کہ اطاعت کیجائے اسی کا مقتضے یہ بھی ہے کہ تعظیم کیجائے چنانچہ دنیا میں جس سے محبت و خلوص ہوتا ہے اُس کا کہنا مانا جاتا ہے اُسکی عظمت قلب میں ہوتی ہے خود اُسکی محبت کا تقاضا ہے کہ اُسکی مرضی کے خلاف نہ کیا جائے خواہ اُسکو خبر ہو یا نہو مجھے خوب یاد ہے کہ مجکو ایک اونی اچکن میں رفو کرانے کی ضرورت تھی۔ ایک دوست سے مینے کہا کہ کسی کاریگر سے رفو کرادو اور اجرت پوچھکر بتلادو۔ چنانچہ انھوں نے رفو کرنے کے لیئے وہ اچکن کاریگر کو دیدی جب رفو ہو کر آگیا تو میں نے اجرت پوچھی تو کہا کہ اجرت اُسنے بتلائی نہیں پھر میں نے تقاضا کیا تو کہا کہ وہ بتلاتا نہیں میں نے اصرار کیا کہ پوچھکر آیئے مگر ٹالتے رہے بعد میں معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنے پاس سے اُجرت دیدی تھی اور ظاہر تک نہیں کیا محبت کے تو غرض یہ ہوتی ہے کہ دل ٹھنڈا ہو محبوب کا اُسے راحت ہو اسلیئے خبر ہونے کی ضرورت بھی نہیں۔ اور جہاں خبر بھی ہوتی ہو تو وہاں تو زیادہ اثر ہوگا زیادہ اہتمام ہوگا اور جب یہ بھی معلوم ہو کہ اُسکو اسطرح خبر ہوتی ہے کہ خلاف کرنے میں ایذا بھی ہوتی ہے تب ظاہر ہے جیسا کچھ اہتمام ہوگا اور یہ محبت کیسی ہے کہ اپنے محبوب کو تکلیف پہونچائی جائے اب سمجھیے کہ سب جانتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعمال امت کے پیش ہوتے ہیں کہ فلاں شخص نے یہ کیا اور فلاں نے یہ کیا۔ کوئی شراب پیتا ہو رشوت لیتا ہو فسق و فجور میں مبتلا ہو سب کی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کیجاتی ہے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی محبت تھی امت کے یہ حالت تھی کہ رات رات بھر کھڑے کھڑے قدم مبارک ورم کر جاتے تھے صرف امت کے لیئے دعا کرنے میں۔ ایک بار ساری رات گذر گئی اسی آیت کی تلاوت میں ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم٭ یعنی آپ زبردست قادر ہیں کیا مشکل ہے آپکو بخشنا۔ ساری رات اسی میں گذر گئی۔ ہمارا وجود بھی کہیں تھا اور آپکی حالت تھی مولانا فرماتے ہیں **شعر** ما نبودیم و تقاضا ما نبود ٭ لطف تو ناگفتۂ ما می شنود ٭ نہ ہم تھے نہ ہماری طرف سے تقاضا تھا مگر بے کہے ہوئے درخواست پیش بھی ہوگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہتمام بھی شروع کر دیا۔ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے کیا نفع۔ ہم کیا پیش کر رہے ہیں۔ کیا فیض تھا ہم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اور ہم کو حضور سے ہزاروں قسم کا نفع پہونچا ہے اگر کہو کہ ہم درود شریف پڑھتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نفع ہوتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ حضور والا کو اتنا نفع نہیں ہوتا جتنا آپ لوگوں کو ہوتا ہے۔ ہمیں ارشاد ہے حق تعالیٰ کا کہ یا ایها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما اگر آپ اپنے نوکر سے کہیں کہ یہ ہزار روپیہ ہیں ہم سے کہو کہ ہم اپنے بیٹے کو دیدیں تو اس نوکر کے مقبول بنانے کو اور اسکی عزت بڑھانے کو یہ صورت تجویز کی ہے نہ کہ بیٹا روپے ملنے میں اس نوکر کا محتاج ہے۔ اگر نوکر نہ بھی کہے تب بھی روپیہ بیٹے کے لیے تجویز کر لیا گیا ہے صرف نوکر کی عزت افزائی کے لیئے ایسا کیا ہے یہی حال درود شریف کا ہے کہ حق تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ رحمت کی دعا کرو رسول کے لیئے۔ رحمت بھیجنا تو منظور ہی ہے (خواہ ہم درود بھیجیں یا نہ بھیجیں) چنانچہ اسکے قبل

٭ یہ ترجمہ صرف انت العزیز الحکیم کا ہے اسکی تفسیر اسلیئے کر دی کہ بعض نادان اسکا ارتباط ان تغفر لهم کے ساتھ نہیں سمجھتے ۱۲ منہ

ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی موجود ہے مگر ہماری قدر بڑھانے کو ہمیں کہدیا کہ درود بھیجو کہ تمہارا ہی بھلا ہو جاویگا کوئی شخص کیا منہ لیکر کہہ سکتا ہے کہ آپ ہمارے محتاج ہیں اور اس کہنے سے آپ پر رحمت ہوگی۔ یہ شبہ شاید کسی خشک مزاج کو ہوتا اسلیے رفع کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو معاملہ حق تعالیٰ کا ہے وہ ہماری درخواست پر موقوف نہیں اسکی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ علماء نے لکھا ہے کہ اور عبادات بعض دفعہ مقبول ہوتی ہیں اور بعض دفعہ مردود لیکن درود شریف ہمیشہ مقبول ہوتا ہے۔ سو اگر ہمارے عمل کا آپ پر رحمت نازل ہونے میں کوئی اثر ہوتا تو جیسے اور اعمال ہیں یہ بھی ہمارا عمل ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا (کبھی مقبول اور کبھی مردود) سو ہمیشہ مقبول ہونا دلیل ہے اسکی کہ معلوم ہوا کہ ہمارے عمل کا اسمیں کوئی اثر نہیں۔ حق تعالیٰ ضرور رحمت بھیجتے ہی ہیں ہم درود بھیجیں یا نہ بھیجیں اسلیے (درود شریف) کبھی غیر مقبول نہیں ہوتا بس خدا تعالیٰ کو رحمت بھیجنا تو ہے ہی ہم کو جو حکم دیا تو صرف ہماری عزت بڑھانے کے لیے۔ نیز ہمارے اعمال ظاہر ہے کہ مقبول ہونے کے قابل ہی نہیں اور جو عمل مقبول نہو وہ کالعدم ہے پھر ہمارا درود پڑھنا کالعدم ہوا مگر پھر بھی آپ پر رحمت ہوتی ہے کوئی شخص یہ احسان نہ سمجھے کہ میں درود بھیجتا ہوں تب ہی رحمت ہوتی ہے۔ اگر ہم آفتاب کے سامنے ہو گئے تو آفتاب نے ہمکو منور کر دیا آفتاب ہمارا محتاج شعاع میں نہیں پس علماء کے قول سے بھی اسکی تائید ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے نفع کے محتاج نہیں البتہ اس مقام پر ایک شبہ اور ہو سکتا ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو دین کی تعلیم کی ہے اور ہمارے عمل کرنے سے آپکو بھی ثواب پہونچتا ہے تو اگر ہم عمل نہ کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ثواب کیسے ملیگا پھر ہمارے عمل کو اسمیں دخل ہوا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس نیت سے تعلیم فرمائی کہ امتی عمل کریں اور نیت پر اجر ملجاتا ہے پس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نیت فرمائی تو آپ ہر حال میں ماجور تو ہو گئے اب ہمارے عمل کرنے کا اثر اتنا رہا کہ عمل کرنے سے آپ کا جی خوش ہوتا ہے جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوتی ہے کہ فلاں امتی نے یہ عمل کیا تو آپ خوش ہوتے ہیں بہر حال حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ہم سے کوئی نفع نہیں مگر پھر بھی آپ کو ہم سے کتنی محبت اور ہماری یہ کیفیت کہ زبانی دعوئ محبت کا بہت اور خیر بعض میں کسیقدر زبانی سوز و گداز بھی سہی۔ چنانچہ جب اس قسم کی مجالس میں شعر اشعار پڑھے جاتے ہیں تو ہائے ہو بہت کرتے ہیں مگر اسکی پرواہ نہیں کہ جس سے محبت کا دعوےٰ ہے اعمال ناشایستہ کا ارتکاب کر کے اُن ہی کو ایذا پہونچا رہے ہیں تو صاحب ایسے سوز و گداز سے کیا نتیجہ۔ مجھے اسپر ایک قصہ یاد آیا۔ ایک شاعر آزاد منش تھے بعض کا دل رقیق ہوتا ہے وہ بھی ایسے ہی تھے اس لیے اُنکے کلام میں سوز و گداز تھا ایک شخص اُن کا فارسی کلام دیکھکر کلام سے اُن کو صوفی سمجھکر ایران سے چلے۔ آکر کیا دیکھا کہ ایک حجام خلیفہ اُن کے سامنے ہے اور اُنکا چہرہ استرے سے صاف کر رہا ہے اُس شخص نے جھلا کر کہا کہ آغا ریش می تراشی۔ شاعر صاحب نے کہا کہ بلے ریش می تراشم مگر دل کسے نمی خراشم یعنی داڑھی تو ترشواتا ہوں مگر کسی کا دل نہیں دکھاتا بڑا گناہ دل دکھانا ہے۔ اُسنے بیساختہ جواب دیا کہ اے دل رسول اللہ می خراشی مطلب یہ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع ہو گی کہ فلاں شخص سنت کے

درود شریف ہمیشہ مقبول ہوتا ہے

آجکل لوگوں میں سوز و گداز بہت ہے مگر عمل نہیں

خلاف کر رہا ہے تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو کیسی ایذا ہوگی۔ یہ سُنکر شاعر کی آنکھیں کھل گئیں اور زبان حال سے یہ شعر پڑہتے تھے **شعر** جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی ٭ مرا با جان جاں ہمراز کردی ٭ یعنی تم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے میں تو اندھا تھا آج معلوم ہوا کہ مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دل کو تکلیف پہونچ رہی ہے۔ غرض یہ محبت کیسی ہے جسمیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب کو ایذا پہونچ رہی ہے یہ تقریر تو اسپر مبنی تھی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے تین حق ہیں۔ عظمت۔ اطاعت۔ محبت۔ لیکن اگر کوئی شخص تینوں حق کو جدا جدا نہ سمجھے بلکہ صرف ایک محبت ہی کو حق سمجھے تو میں کہتا ہوں کہ خود محبت ہی ایک ایسا حق ہے کہ اور حقوق کو مستلزم ہے یعنی محبت مستلزم ہے عظمت کو بھی اطاعت کو بھی یعنی جب سچی محبت ہوگی تو عظمت بھی ہوگی اطاعت بھی ہوگی۔ مگر لوگوں نے صرف یہ یاد کر لیا ہو کہ ہم عاشق ہیں رسول کے۔ بس اپنے زعم میں اور کسی بات کے مکلف ہی نہیں رہے بلکہ اگر سچ مچ بھی سوز و گداز ہوا اور اس سے چیخنا چلانا رقت کا طاری ہونا یہ آثار پیدا ہوتے ہوں تو گو ظاہر میں یہ کمال معلوم ہوتا ہے مگر محققین کے نزدیک خود یہ ضعیف محبت ہے اور ضعیف اسوجہ سے کہ محل محبت کا ہے قلب اور یہ علامتیں ہیں ضعف قلب کی تو جب قلب ہی ضعیف ہے تو جو اسکی صفت ہوگی وہ بھی ضعیف ہوگی۔ اسکو محبت کامل نہیں کہیں گے۔ محبت کامل وہ ہے کہ رگ رگ عشق سے چور ہو مگر پھر بدحواس نہ ہو۔ سب جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ سے کیسی محبت تھی صحابہ رضؓ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسی محبت تھی۔ کسی صحابی کا قصہ ایسا بتلاؤ کہ محبت میں بدحواس ہوگئے ہوں سب میں زیادہ چاہنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپکی یہ حالت تھی محبت میں کہ جب آپ غار میں چھپے ہیں تو حضرت ابو بکر رضؓ نے یوں عرض کیا کہ پہلے مجھے جانے دیجئے۔ شاید کوئی چیز موذی ہو۔ جب غار میں پہونچے تو اس میں بہت سے سوراخ تھے آپنے اپنے کپڑے پھاڑ کر اُن کو بند کیا دو سوراخ باقی رہ گئے اور کوئی چیز بند کرنے کو رہی نہیں تو آپنے دونوں پاؤں انہیں اڑا دیئے اور کہا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ تشریف لے آیئے۔ کیا انتہا ہے اس عشق و محبت کی۔ حضور اندر تشریف لائے اور نیند غالب ہوئی تو حضرت صدیق کے زانو پر سر رکھکر آرام فرمایا۔ وہاں ایک سوراخ میں ایک سانپ تھا اُسنے حضرت ابو بکر رضؓ کے پاؤں میں ڈسا۔ مگر پاؤں محض اسلیئے نہ ہٹایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بےچین نہوں۔ آنکھ سے آنسو جاری ہوگئے اور چہرہ مبارک پر آنسو گرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل گئی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کر دی اثر جاتا رہا۔ مگر انہوں نے تو اس بھروسہ پاؤں نہ دیا تھا کہ اگر کچھ ضرر پہونچے گا تو حضور والا دعا کر دینگے۔ مگر باوجود اس (محبت) کے کوئی واقعہ ایسا نہیں ہوا جس میں ابو بکر رضؓ مغلوب ہوگئے ہوں سب سے بڑا واقعہ وفات کا تھا ایسے عشاق کو تو حس بھی نہ رہنی چاہیئے تھی مگر وہ ہی ہیں کہ ثابت قدم رہے۔ حضرت عمر رضؓ کسقدر پریشان ہوگئے اُسی میں ان کو اجتہادی غلطی ہوگئی وہ غلطی یہ تھی کہ بعض صحابہ رضؓ وفات ہونے کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا زندہ ہونا سمجھتے تھے کہ یہ ایسا ہی ہوگا جیسے معراج میں کہ حضور رضؓ جا کر واپس آگئے تھے اسیطرح یہاں

عشاق کی علامت ضعف قلب نہیں

بھی ہوگا کہ گو وفات ہوگئی مگر پھر زندہ ہو جاویں گے) اس وقت ایک عارضی غلبت ہے اُسکے مرتفع ہونے پر آپ زندہ ہو جاوینگے
یہ خیال تھا بعض صحابہؓ کا۔ یہی حال تھا حضرت عمرؓ کا یوں کہتے تھے کہ اگر کوئی کہے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
ہوگئی تو تلوار سے اُسکے دو ٹکڑے کردوں گا۔ اسی حالت میں حضرت ابوبکرؓ گھر میں تشریف لے گئے اور چہرہ مبارک سے
چادر اُٹھا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا طبت حیا و میتا یعنی آپ حیوۃ و موت دونوں حالت میں پاک ہیں اور یہ بھی
فرمایا کہ آپ اس سے منزہ ہیں کہ حق تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع کریں۔ نہیں کبھی نہیں ایسا ہوگا۔ اور باہر آکر فرمایا عمرؓ
سے لے بھلے مانس بیٹھ۔ پھر جا کر خطبہ پڑھا من کان منکم یعبد محمدًا فان محمدًا قد مات ومن کان یعبد اللّٰہ فان
اللّٰہ حی لا یموت اور یہ آیت پڑھی انک میت وانہم میتون اور یہ افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم
اور بعض صحابہؓ کا جو یہ خیال ہوگیا تھا تو اُسکی وجہ یہ ہے کہ محبت میں محبوب کی موت کا خیال بھی لانا گوارا نہیں ہوتا
اس لیے صحابہؓ کبھی سوچتے بھی نہ تھے کہ موت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگی۔ مجکو اسپر تعجب ضرور ہوتا تھا مگر ایک
واقعہ دیکھکر یقین ہوگیا قریب کا واقعہ ہے۔ ایک بی بی کی شادی ہوئی ایک عالم سے وہ عالم مرگئے بشدید صدمہ
ہوا جسکی وجہ سے یہ تحقیق ہوئی کہ اُس بی بی کا گمان یہ تھا کہ عالم مرا نہیں کرتے اور یوں کہا کرتی تھی کہ میں بڑی خوش
قسمت ہوں جوان سے شادی ہوئی کہ کبھی مرینگے نہیں۔ اُن کا طاعون میں انتقال ہوگیا تھا۔ وہ بی بی کہتی تھیں کہ
میں نے سُنا ہی نہ تھا کہ مولوی مرتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے اب موجود ہیں جو علماء پر موت کے ورود
کو بعید سمجھتے ہیں تو صحابہؓ کا مرتبۂ حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ایسا خیال ہو تو کیا بعید ہے مگر حضرت ابوبکرؓ باوجود
کمال عشق کے مستقل رہے تو حقیقت میں کمال عشق وہ ہے جو کمال عقل کے ساتھ ہو سو ایسا شخص مغلوب نہ ہوگا اور حضور صلی
اللہ علیہ وسلم کے احکام نہیں چھوڑیگا۔ ہماری مجمع میں ایک مجذوب ہیں اللہ اور اہل اللہ کا نام سُنکر اسقدر چلاتے ہیں کہ تاب
نہیں رہتی مگر نماز میں کبھی چیخ نہیں نکلتی آہ بھی نہیں نکلتی۔ یہ کمال اتباع کی دلیل ہے۔ شیخ عبدالحق ردولوی رح اسقدر مغلوب
الحال تھے کہ جامع مسجد میں تیس برس تک نماز پڑھنے پر بھی مسجد کا راستہ یاد نہ ہوا مگر جماعت ایک وقت کی بھی قضا نہ ہوئی
مخدوم صابر رح بارہ برس تک مستغرق رہے مگر کبھی نماز قضا نہ ہوئی۔ نماز پڑھی پھر مستغرق ہوگئے یہ کمال عقل کی علامت ہے
اور عقل جسقدر زیادہ کامل ہوگی اُتنی ہی زیادہ محبت ہوگی جیسے یہ حضرات اہل محبت تھے کہ خدا کے احکام کے اندر مغلوب نہ ہوئے
اور اس کا راز یہ ہے کہ محبت بڑھتی ہے معرفت سے اور معرفت ہوتی ہے عقل سے۔ جتنی عقل کامل ہوگی اُتنی ہی معرفت ہوگی
اور جتنی معرفت ہوگی اتنی محبت ہوگی جتنی عقل کم ہوگی معرفت کم ہوگی بس کامل العقل وہ ہے جسکی شان انبیاء علیہم السلام
کی سی ہو۔ انبیاء علیہم السلام کو کیسی محبت تھی مگر مغلوب نہیں ہوتے تھے سو کمال محبت تو یہ ہے کہ اضطراراً بھی احکام میں اختلال
نہ ہو لیکن اگر ایسا اختلال بھی ہوگیا تو گو کمال نہیں مگر صدق تو ہے اور جہاں اختیاراً و قصداً اختلال ہو جیسے یہ لوگ (مدعیان
محبت) کھاتے پیتے زراعت کرتے ہیں۔ رشوت۔ سود بٹا دیتے لیتے ہیں پھر عاشق۔ یہ اچھے عاشق ہیں کہ ساری احکام ان سے

کمال عشق وہ ہے جو کمال عقل کے ساتھ ہو

کامل العقل وہ ہے جسکی شان انبیاء کی سی ہو

ٹل گئے۔ ظاہر ہے کہ جب مغلوب نہو گا تو تمام احکام اسپر ہونگے سو ایسے لوگوں کے متعلق تو کمال سے قطع نظر کرکے محبت ہی میں کلام ہے دوسرے محبت کی خاصیت یہ ہے کہ اذا جاءت الالفۃ رفعت الکلفۃ یعنی وہ شخص محب رسوم کا پابند نہیں ہوتا تکلف جاتا رہتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ ان مدعیوں میں تکلف اور زیادہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان تھی کہ وہ اکثر اوقات ذکر کرتے تھے رسم کی اسمیں کوئی قید نہ تھی چار آدمی بیٹھے ہیں بجائے اسکے کہ اور کوئی ذکر کریں بس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تھے ہماری یہ کیفیت ہے کہ کسی کو سال بھر کے بعد یاد آتا ہے کسیکو مہینہ کے بعد۔ وہ اسکے منتظر نہیں رہتے تھے کہ مجمع کریں شیرینی منگائیں اب یہ کیا بات ہے کہ کبھی بلا اسکے ذکر ہی نہیں ہوتا خصوص جبکہ تکلف آپکی سنت کے بھی خلاف ہو جنکی محبت کا دعوی ہے۔ پس گو ایک لیمپ کافی ہو مگر بیس جلائینگے کیا یہ اسراف نہیں ہے واعظ کے لئے مسند بچھایا گیا ہے خواہ زرین ہی ہو اس کا استعمال کہاں جائز ہے۔ داڑھی ترشوائی ہے۔ یہ ادب ہے محفل ذکر شریف کا۔ اور جہاں ایسا تکلف نہو اور کوئی شخص محفل منعقد کرے تو کوئی بھی نہ آئے یہیں کانپور کا واقعہ ہے کہ ایک شخص نے اشتہار دیا کہ فلاں مسجد میں میلاد ہے مگر اخیر میں مٹھائی نہ بانٹی تو بُرا بھلا کہتے گئے کہ بڑا دھوکا دیا۔ محبوب کا ذکر سنکر بھی مٹھائی کی سوجھ رہی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے سامنے ہفت اقلیم کی بھی کچھ حقیقت نہیں۔ یہ محبت تو کیا ہوتی نقل محبت بھی نہیں اگر نقل ہوتی تو کم ازکم صورت تو ویسی بنا لیتے وہ ہی ہیئت بنا لیتے۔ اسپر عالمگیر کی حکایت یاد آئی جب عالمگیر کی تخت نشینی کا جلسہ ہوا تو کام کے لوگوں کو عطا یا دیئے گئے ایک بہروپیہ بھی مانگنے آیا مگر عالمگیر عالم تھے اس کو کس مد سے دیتے اور ویسے صاف انکار کرنا بھی داب شاہی کے اعتبار سے نازیبا معلوم ہوا حیلہ سے ٹالنا چاہا۔ اس سے کہا کہ انعام کسی کمال پر ہوتا ہے۔ تمہارا کمال یہ ہے کہ ناشناسا صورت میں آؤ مگر وہ جب کبھی بھیس بدل کر آیا بادشاہ نے پہچان لیا کبھی دھوکا نہیں کھایا کہ جب دھوکہ دیدیگا انعام کا مستحق ٹھیرے گا اتفاق سے عالمگیر کو سفر دکن کا درپیش تھا۔ بہروپیہ داڑھی بڑھا مقدس لوگونکی صورت بنا راستہ میں کسی گاؤں میں جا بیٹھا کچھ روز کے بعد شہرت ہو گئی۔ عالمگیر کی عادت تھی کہ جہاں جاتے تھے علماء اور فقراء سے ملتے تھے چنانچہ جب اُس مقام پر پہونچے وہاں شہرت سنکر اول وزیر کو اسکے پاس بھیجا۔ وزیر نے کچھ مسائل تصوف کے پوچھے اسنے سب کے جواب معقول دیئے۔ بات یہ تھی کہ اس وقت بہروپیے ہر فن کو قصداً حاصل کرتے تھے۔ وزیر نے آکر عالمگیر سے بہت تعریف کی۔ عالمگیر خود ملنے گئے۔ آپس میں خوب گفتگو رہی اور خوب سمجھ گئے کہ شاہ صاحب کامل شخص ہیں چلتے وقت ایک ہزار اشرفیاں بطور نذر پیش کیں۔ اُسنے لات ماری اور کہا کہ تو اپنی طرح ہم کو بھی سگ دنیا خیال کرتا ہے۔ اس سے اور بھی اعتقاد بڑھا۔ واقعی استغنا عجیب چیز ہے۔ عالمگیر لشکر میں واپس چلے آئے پیچھے پیچھے بہروپیہ صاحب پہونچے کہ لایئے انعام خدا حضور کو سلامت رکھے بادشاہ نے کہا ارے تو تھا غرض انعام دیا مگر معمولی اور کہا کہ اُس وقت جو پیش کیا تھا اُسکو کیوں نہیں لیا تھا وہ تو اس سے بہت زیادہ تھا اور میں اُس کو واپس تھوڑا ہی لیتا اُسنے کہا کہ حضور اگر میں لیتا تو نقل صحیح نہوتی کیونکہ وہ فقیری کا روپ تھا اور فقیر کے شان کے خلاف تھا وہ لینا نقل تو اس کو کہتے ہیں کم ازکم مدعیان محبت ایسی شکل تو بنائی ہوتی اہل محبت

[illegible]

کی سی۔ اگر شکل بناتے تو ظاہر ہی ہیں رسم اور قیود کی پابندی نہ ہوتی۔ عرب میں پھر یہاں سے تفاوت ہے یہ حالت ہے کہ چھوارے بانٹنے شروع کیے اگر کچھ آدمی بچ رہے اور چھوارے ختم ہو گئے تو کہدیتے ہیں خلاص (یعنی اب نہیں ہا)۔ یہاں یہ کیفیت ہے کہ اگر مٹھائی آنے میں دیر ہو تو پڑھنے والے سے کہدیتے ہیں کہ ذرا تھام تھام کر پڑھنا امرتیاں منگائی ہیں ابھی آئیں نہیں کبھی ناک کٹی ہو جائے۔ یہاں تو نقل بھی نہیں دیکھی ہے۔ بے تکلفی پر یاد آیا کہ ایک بزرگ تھے انکی عادت تھی کہ کبھی کبھی کچھ منگا کر مساکین کو تقسیم کر کے روح مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کو ثواب پہونچا دیتے۔ ایک دفعہ کچھ نہ تھا چنے ہی تقسیم کر دیے تو خواب میں دیکھا کہ چنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھے ہیں۔ محبت کا طریق یہ ہے۔ محبت میں تو تکلف ہو ہی نہیں سکتا۔ ایک بزرگ کے خلوص اور بے تکلفی کی حکایت یاد آئی کہ وہ ایک دوسرے بزرگ سے ملنے چلے اُن کا جی چاہا کہ کچھ لے چلیں مگر پاس کچھ تھا نہیں پس یہ کیا کہ جنگل سے خشک لکڑیاں تھوڑی سی جمع کر کے لے گئے اور پیش کر دیں انہوں نے حکم دیا خادم کو کہ یہ لکڑیاں احتیاط سے رکھو جب ہمارا انتقال ہو تو پانی ہمارے غسل کے لیئے ان ہی لکڑیوں سے گرم کیا جائے ہم کو اسکی برکت سے امید ہے نجات کی یہ کیفیت تھی بے تکلفی کی اور اب تو یہ حالت رہگئی ہے کہ یوں خیال کرتے ہیں کہ پیر کی خدمت میں جب جائیں کہ جب کچھ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیر کو بھی دنیا دار سمجھتے ہیں اگر ایسا سمجھا ہے تو ایسے پیر کو چھوڑ دینا واجب ہے یہ تو مریدوں کے تکلف کی کیفیت تھی اب رہے پیر سو انکی بھی طمع کی یہ حالت ہے کہ جب کوئی مریدین میں سے اُنکے پاس آتا ہے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ کچھ لایا ہوگا۔ بقول مولانا گنگوہی رح کے کہ کوئی سر کھجلانے لگے تو پیر یہ سمجھینگے کہ پگڑی میں سے نکال کر کچھ دیگا۔ ایسا طمع کا باب کھلا ہے ایسے پیروں سے تو اُنکے بعضے مرید اچھے جو پیر سے محض نیک نیتی سے تعلق رکھتے ہیں گو اس تعلق رکھنے میں اُن سے غلطی ہوئی مگر خلوص تو ہے ایک ایسے ہی پیر و مرید کا قصہ یاد آیا کہ ایک مرید نے اپنے پیر سے کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپکی انگلیاں تو شہد میں بھری ہوئی ہیں اور میری غلیظ میں۔ پیر نے کہا کیوں نہیں ہم ایسے ہی ہیں اور تم ایسے ہی ہو۔ مرید نے فوراً کہا کہ حضور ابھی خواب پورا نہیں ہوا میں نے یہ بھی دیکھا کہ آپ میری انگلیاں چاٹ رہے ہیں اور میں آپکی چاٹ رہا ہوں۔ پیر نے کہا نکل یہاں سے خبیث۔ اُسنے کہا کہ خبیث تو ہوں مگر دیکھا یوں ہی ہے۔ یا تو واقعی یہ خواب ہی دیکھا ہوگا یا مرید نے پیر کا حال ظاہر کرنے کو تراشا ہوگا ہر حال میں مطلب یہ تھا کہ مرید کا تعلق تو پیر سے دین کے لیئے تھا اور پیر کا تعلق مرید سے دنیا کے لیئے تھا یہ حالت ہو رہی ہے۔ پیری کیا ہے ایک دکان ہے۔ کیسی پیری مریدی۔ اگر پیر ایسا ہے کہ تمہارے خالی جانے سے ناراض ہوگا تو واجب ہے آپکے ذمہ کہ اُس کو طلاق دو۔ غرض یہ تکلفات سب علامتیں اسی کی ہیں کہ خلوص اور حقیقی محبت نہیں اسیطرح ذکر مبارک نبوی میں سمجھئے کہ اگر سچی محبت ہو تو قیود و تکلفات کا انتظار نہ ہوتا چین نہ ہوتا یہ نہ سوچتے کہ پہلے لڈو منگا لیں اُس وقت ذکر کرینگے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا۔ اے بھائی کیا اسمیں اس قسم کی کوئی شرط ہے۔ نماز میں تو وقت و عدد وغیرہ کی شرطیں ہیں مگر ذکر میں تو بجز موافقت حدود شرعیہ کے ایسی کوئی شرط نہیں۔ جیسا اللہ تعالیٰ کے ذکر میں کوئی

محبت میں تکلف نہیں ہو سکتا

آجکل کے پیروں اور مریدوں کی حالت

شرط نہیں چنانچہ ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرو۔ اسمیں نہ وضو کی قید ہے نہ وقت کی قید نہ عدد کی قید بلکہ یہ ہونا چاہیے
شعر یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی ٭ شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی ٭ **شعر** ہر آنکہ غافل از حق یک زمان است
دراں دم کافر است اما نہان است ٭ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر کرتے تھے یذکر اللہ فی کل
احیانہ البتہ علماء نے اتنا تو فرمایا ہے کہ پاخانہ پیشاب کے وقت زبان سے ذکر نہ کرے لیکن قلب سے دھیان رکھے جب ذکر اللہ کے
یہ احکام ہیں اور عشاق کے نزدیک آپ کا ذکر مثل ذکر اللہ تعالیٰ کے ہے جب اللہ تعالے کے ذکر کے لئے کوئی قید نہیں
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے لیے کیوں کوئی قید ہوگی۔ چار آدمی مل بیٹھیں حضور کا ذکر کریں۔ تنہا ہو ذکر کرلے بلکہ
تنہائی میں تو بہت لطف آتا ہے اور یہ حالت ہوتی ہے **شعر** چہ خوش وقتے وخرم روزگارے ٭ کہ یارے برخورد از
وصل یارے ٭ جو بڑی بڑی محفلیں کرتے ہیں اُن سے قسم دیکر پوچھئے کہ بدون اس خاص ہیئت کے تم کو کتنی توفیق ہوتی ہے
اس ذکر کی۔ کوئی کتاب پڑھتے ہو اس سے مزہ لیتے ہو بلکہ بعض تو اسکو (یعنی میلاد کو) دین بھی نہیں سمجھتے بلکہ عمل سمجھتے ہیں۔
روزگار کی ترقی کا۔ اسی نیت سے کرتے ہیں گیارہویں بارہویں اور یوں سمجھتے ہیں کہ سال بھر تک جو کمایا تھا گیارہویں بارہویں
کرنے سے گذشتہ تو ساری کمائی پاک ہو جاویگی اور آیندہ آفات سے بچے رہینگے عہدہ بڑھے گا اولاد جیے گی ان دنیاوی
اغراض سے کرتے ہیں الا ما شاء اللہ اسی لیئے ایسے لوگوں میں بالکل ادب بھی نہیں ذکر مبارک کا۔ یہیں کا قصہ ہے کہ ایک جگہ
میلاد ہوا اور اُس سے اگلے ہی دن وہیں ناچ ہوا۔ شادی تھی ایک صاحب کے یہاں جس میں ناچ کی دعوت بھی کیگئی تھی بعض مجمع
دوستوں میں ثقہ بھی تھے انھوں نے انکار کیا بس انکی ضرورت سے یہ محفل کی تھی مگر دوسرے دن وہیں ناچ کی محفل کرادی۔
جو اُن کو اصلی مقصود تھا۔ اس شخص نے دونوں کو برابر سمجھے۔ یہ حالت ہے۔ اور جس جگہ اگر کوئی ایسا امر منکر بھی نہیں ہو تب بھی
سب سے بڑی بات یہ ہوتی ہے کہ روایات میں اسقدر بے اعتدالی کرتے ہیں کہ جن کا سر نہ پاؤں۔ قصیدے اس قسم کے
پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی خود رسول کی شان میں گستاخی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ میں عرض کرتا ہوں واپس نمونہ
دکھاتا ہوں تاکہ محض فرضی دعویٰ نہ سمجھا جاوے۔ ایک قصیدہ ہے اور اُس کا یہ شعر ہے۔ شاعری میں آکر یہ کہدیا **شعر**

طوافِ کعبہ مشتاقِ زیارت کو بہانہ ہے　　　کوئی ڈھب چاہیئے آخر رقیبوں کی خوشامد کا

یعنی اصل تو زیارت مدینہ کی ہے حج مقصود نہیں ہے حج محض ایک مصلحت سے کرتے ہیں اور وہ مصلحت یہ ہے کہ اللہ میاں
(نعوذ باللہ) عاشق ہیں حضور صلعم کے اور ہم بھی عاشق ہیں اسلیئے حضور کی زیارت کے لیئے چلے اور محبوب کے دو عاشق آپس میں
رقیب کہلاتے ہی ہیں تو گویا اللہ میاں (نعوذ باللہ) ان کے رقیب ہوئے اور رستہ میں گھر پڑتا ہے رقیب کا جو قادر ہے
شاید جانے نہ دے اسلیئے حج کر کے انکی خوشامد کر لینی چاہیئے اس سبب سے پہلے طواف کعبہ کرتے ہیں کہ خوش رہیں اور کچھ
کھنڈت نہ ڈالدیں (نعوذ باللہ) اور لیجئے **شعر**

پئے تسکین خاطر صورت پیراہن یوسف　　　محمد کو جو بھیجا حق نے سایہ رکھ لیا قد کا

عشاق کے نزدیک آپ کا ذکر مثل ذکر اللہ کے ہے جس کی کوئی قید نہیں
[illegible]

یہ جو مشہور ہو کہ سایہ نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا - تو یہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے گو وہ ضعیف ہیں مگر فضائل
میں متمسک بہ ہو سکتی ہیں سو شاعر صاحب اسکا نکتہ بیان کرتے ہیں کہ سایہ کیوں نہ تھا تو وہ نکتہ یہ ہوا کہ یعقوب علیہ السلام
نے جسطرح یوسف علیہ السلام کو رخصت کرتے وقت یہ سوچکر کہ یوسف مجھ سے جدا ہوتے ہیں میرے دل کو تسلی کیسے ہوگی -
پیراہن رکھ لیا کہ اسی کو دیکھ لیا کروں گا - اسیطرح نعوذباللہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجنا چاہا تو
سوچ ہوئی کہ کاہے سے تسلی حاصل کروں گا - اس لیئے سایہ کو رکھ لیا کہ اس سے تسلی تو ہو جایا کریگی الٰہی توبہ الٰہی توبہ
انصاف سے کہیئے کہ ان مضامین کے بعد ایمان باقی رہ سکتا ہے اس شعر میں حق تعالیٰ کے لیئے بیچینی ثابت کی ہے پھر
بصیر ہونیکا انکار کیا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ جب بصیر و خبیر ہیں تو پھر کیا اللہ تعالیٰ کو نعوذباللہ دکھائی نہیں دیتا تھا کہ خود رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا کرتے پھر سایہ رکھنے کی ضرورت نہوتی کیا ایسی نقل کرنے سے پکڑ دھکڑ نہوگی - باقی مجلس
پر مواخذہ نہوگا - اگر دین ایسا سستا ہو کہ کہیں سے بھی نہیں بچاتا تب تو خیر گستاخی بھی کوئی چیز نہیں مگر دین تو ایسا سستا
نہیں ہے - کیا دین کے یہ معنی ہیں کہ سب کچھ کہے جاؤ اور وہ نہ جائے - یہ تو اللہ میاں کی شان میں سوء ادب تھا اب انبیاء
علیہم السلام کی شان میں دیکھیئے ایک شاعر صاحب کہتے ہیں **شعر** بر آسمان چہارم مسیح بیمار است ٭ تبسم تو برای علاج درکار است
یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان چہارم پر بیمار ہیں اور ان کا علاج آپکا تبسم ہے - سچ بتلایئے کہ کیا حضرت عیسیٰ بیمار
ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبسم سے وہ اچھے ہو جاینگے اور حقیقت میں اسمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ناراض کرنا ہے
یہ سمجھنا چاہیئے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات سے خوش ہونگے جس میں دوسرے نبی کی توہین ہوتی ہو - آپ سمجھیے
کہ اگر آپکے کوئی بھائی حقیقی ہو اور اسکے ایک بیٹا ہو اور وہ آپکی شان میں گستاخی کرے تو کیا بھائی کو یہ بات پسند ہوگی
اسی طرح انبیاء آپس میں بھائی ہیں اور حضور صلعم سب میں بڑے ہیں اگر آپنے کسی نبی کی توہین اور انکی شان میں گستاخی
کی تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے خوش ہوں گے - ایک شاعر صاحب ہیں کہ انھوں نے نعت لکھنے کے لیئے روشنائی
تجویز کی ہے اور یعقوب علیہ السلام کی آنکھ کو اس روشنائی کے حل کرنے کے لیئے کھرل قرار دیا ہے وہ شعر اسوقت مجھکو
یاد نہیں رہا - سچ بتلایئے ایمان سے اگر ہم انبیاء علیہم السلام کو کسی موقع پر مجتمع پائیں اور وہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی
تشریف فرما ہوں تو کیا اس مجمع میں ہم ان اشعار کا تکرار کر سکتے ہیں کیا یعقوب علیہ السلام کی آنکھ میں روشنائی پیس سکتے
ہیں یا انکے منہ پر ایسی بات کہہ سکتے ہیں - تو جو بات منہ پر کہنا بے ادبی قرار دی جاوے کیا پیچھے کہنا گستاخی
نہوگی - انبیاء علیہم السلام کی تو بڑی شان ہے - مخلص لوگوں نے تو دوسرے اہل اللہ کے ساتھ اسکی رعایت کی ہے
ایک قصہ یاد آیا - ایک عورت جس کو جذام کا مرض تھا حضرت عمر رض کے زمانہ میں طواف کعبہ کر رہی تھی آپنے فرمایا
یا امۃ اللہ اقعدی فی بیتک ولا تؤذی الناس یعنی کہ لوگوں کو تیری وجہ سے تکلیف ہوتی ہے اب نہ آنا - چنانچہ وہ چلی گئی
پھر عرصہ کے بعد پھر طواف کا شوق ہوا آکر طواف کرنے لگی - ایک شخص نے کہا کہ خوب دل کھول کر طواف کرو جو شخص تجھ

روکنے والا تھا وہ انتقال کر گیا کہنے لگی وہ شخص ایسا نہ تھا کہ سامنے تو اُس کا اتباع کیا جائے اور بعد میں مخالفت کی جائے یہ کہکر چلدی اور کہا کہ اب نہ آؤنگی کیونکہ وہ منع کر گئے تھے۔ میں تو اسلئے آئی تھی کہ طواف کر کے پھر اُن کو راضی کر لونگی جب وہ نہیں تو پھر کس سے معاف کراؤں۔ سو آدمی پیچھے وہ معاملہ کرے جو سامنے کر سکتا ہو۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پیچھے کیوں ایسا معاملہ کیا جاتا ہے جو سامنے نہیں کر سکتے۔ کسی نے خوب رد کیا ہے اس شعر کا (جسمیں دیدۂ یعقوب کو کھرل بنایا تھا) وہ یہ ہے **شعر** ابھی اس آنکھ کو ڈالے کوئی پتھر سے کچل ؀ نظر آتا ہے جسے دیدۂ یعقوب کھرل ؀ اور کہتے ہیں **شعر** تو بہ ہے یوں ہو کہیں چشم نبی مستعمل ؀ کوئی تشبیہ نہتی اور نصیب اجہل ؀ انبیاء کی شان میں تو ایسے اشعار بطور نقل بھی کہتے ہوئے پریشانی ہوتی ہے بلکہ سب سے بڑھکر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہایت بے ادبی کیجاتی ہے۔ آپ کی شان میں کہتے ہیں فتنۂ عرب۔ شور عجم۔ اور دو رسم کافری۔ جس ذات نے کفر کی جڑ کاٹی اُنکے لیے یہ کہا جائے۔ اصل میں یہ امیر خسرو کا شعر ہے جو مجازی فرضی محبوب کے لیے کہا گیا ہے کسی نے اُس کو نعت کے اشعار میں تضمین کر لیا ہے باقی امیر خسرو نے یہ شعر نعت میں نہیں کہا اور اگر امیر خسرو بھی کہتے تو ہم اُنکی نسبت بھی یوں کہتے کہ اللہ تعالی معاف کرے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو اُنکی بھی غلطی ہوتی باقی اُنکی نسبت ہم زیادہ اس لیے نہ کہتے کہ وہ بزرگ ہیں ہاں تاویل غلبۂ حال کی ہو سکتی ہے گو اوروں کو اُس کا نقل بطور شغل کے جائز نہوتا مگر جو صاحب حال بھی نہو اُسکے پاس کیا عذر ہے ان گستاخیوں کا اب بتلائیے یہی محبت ہے نیز اگر محبت ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے حقوق محبت بھی تو ادا ہوتے جو لوگ اہتمام کرتے ہیں اس مجلس کا اُن سے قسم دیکر پوچھو کہ وہ کسقدر درود شریف دن رات میں پڑھتے ہیں اگر اُن سے جب کہ وہ محفل میں بلانے کے لیے آویں یوں کہو کہ جتنے درود شریف وہاں پڑھے جاتے ہیں میں اُس سے زیادہ یہاں پڑھ لونگا تو کبھی راضی نہوں۔ ایک شخص ایکہزار مرتبہ درود شریف پڑھ رہا ہے اُسپر تو انکار ہے اور جو محفل میں چار مرتبہ بھی نہ پڑھیں گے وہ محب ہیں ایسے ہی لوگ اصلاح کرنے والیکو کہتے ہیں کہ مولود شریف کا منکر ہے۔ مگر صاحبو سمجھنے کی بات ہے کہ نماز سے بڑھکر کوئی چیز نہیں لیکن اُسمیں بھی اگر کوئی شخص بجائے قبلہ کے اُدھر (مثلاً مشرق کیطرف) موہنہ کر کے اور گھٹنے کھول کر پڑھے اور اسپر کوئی منع کرے تو کیا یہ کہا جائیگا کہ یہ نماز سے روکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے روکنا تو اسکو کہتے ہیں کہ تو کلمہ پڑھنے دے نہ حضور کا نام لینے دے ایسے شخص کو بیشک منکر کہینگے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر واجب ہے مگر تعجب ہے کہ اُسکو منکر کہا جاتا ہے جو شخص یوں کہے کہ نشر الطیب پڑھو اور وہ کتابیں پڑھو جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے حالات ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات مذکور ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے احکام ہیں یہ سب ذکر ہی ہیں مگر اُن میں کوئی قید نہیں ہے۔ کیا ایسے شخص کو منکر رسول کہینگے۔ کیا یہ تہمت نہیں ہے کیا اس کا حساب نہوگا۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ مولود کیسا ہے تو فرمایا کہ ہم تو ہر وقت مولود کرتے ہیں اور کلمہ طیبہ پڑھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اور فرمایا یہ بھی تو مولود ہوگیا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا نہوتے تو آپ کا کلمہ کیسے پڑھا جاتا۔ مولانا رح کا یہ مولود تھا ایسے شخص کو یہ کہنا کہ منکر رسول ہے اس کو محبت نہیں رسول سے کتنی سخت بات ہے صحابہ رضی اللہ عنہم ذکر کرتے تھے وہاں یہ قیدیں کہاں تھیں کسی صحابی نے مٹھائی منگائی ہو کسی نے صحابہ رض کو بلا کر جمع کیا ہو نہ آنے والوں کو لتاڑا ہو تو بتلاؤ بات یہ ہے کہ یہ چیزیں دو طرح سے ایجاد ہوئی ہیں بعض تو تکلف و تفاخر کی غرض سے چنانچہ ہم اسکی علامت بتلاتے ہیں کہ ایک فہرست لکھوا اور اسمیں یہ بھی لکھو کہ ہمارے یہاں مٹھائی نہوگی دیکھیں ایسی فہرست لکھنا کون گوارا کرتا ہے اس سے تو بانی صاحب کی طبیعت اور نیت کا حال معلوم ہوگیا اگر تفاخر نہیں تو یہ کیوں ناگوار ہے۔ آگے سننے والوں کی نیت کو دیکھیے کہ اگر کوئی ہمت کر کے لکھ بھی دے تو پھر دیکھنا آتا کون ہے۔ دو قسم کی محفلیں کر کے دیکھ لو۔ ایک وہ محفل جس میں مٹھائی ہو اور ایک وہ جسمیں مٹھائی نہ ہو پھر دیکھو کہاں زیادہ آدمی ہونگے۔ دوسرے تفاخر کی ایک دلیل یہ ہے کہ اگر اتفاقاً مٹھائی کم ہو جائے اور آدھے آدمی بلا مٹھائی چلے جائیں تو ناک کٹنے کے خیال سے کسی قدر قلق ہوتا ہے۔ اگر لوگ مسجد میں نماز کیلئے آئیں گو کسی اشتہار سے آئیں اور جگہ نہ ملے تو کوئی شکایت نہیں کرتا کہ مہتمم صاحب نے ہماری بیقدری کی اور نہ مہتمم کو اس کا خیال ہوتا ہے کہ فلاں شخص کو جگہ نہیں ملی۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ مہتمم کہہ سکتا ہے کہ ہمارے اوپر کوئی احسان نہیں آپ دین کا کام کرنے آئے تھے جسقدر اہتمام ہم سے ہو سکتا تھا ہم نے کر دیا۔ ہمارے ذمہ کچھ بھی نہیں۔ ہاں کسی کے بلائے ہوئے شادی میں آؤ اور اہتمام میں کمی ہو تو شکایت ہو سکتی ہے پھر جب محفل میلاد میں جگہ نہ ملنے یا مٹھائی سے رہ جانے میں شکایت ہوتی ہے اور خود محفل انجام دینے والے کو بھی سخت شرمندگی ہوتی ہے تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ اسکو مثل حاضری مسجد کے نہیں سمجھتے مثل شرکت شادی کے سمجھتے ہیں جہاں تفاخر سبب ہوتا ہے اہتمام کا جسکی کمی سے شکایت ہوتی ہے پس اگر اس محفل کو دین کا کام سمجھتے ہیں تو حالات مذکورہ میں شرمندگی کیوں ہوتی ہے۔ اسی طرح مٹھائی موقوف کر دیجاوے تو اس سے سامعین کی نیت کا اندازہ ہو جاوے گا کہ کتنے آدمی ذکر میں شریک ہوتے ہیں مگر مٹھائی کے موقوف کرنے سے یہ نفع ضرور ہوگا کہ دوسرے غریب بھی ہمت کرینگے ذکر کی جن کو وسعت نہیں مگر کیا کوئی اسکو گوارا کر سکتا ہے۔ نام کیسے ہوگا۔ غرض ان رسوم کے ایجاد کی بنا ایک تو یہی تکلف و تفاخر ہے جسکو ابھی بیان کر چکا ہوں اور بعض شروع ہوئی ہیں غلبہ حال سے چنانچہ قیام کی اصل یہی غلبہ حال اور وجد ہے اور آداب وجد میں سے امام غزالی رح نے لکھا ہے احیاء العلوم میں کہ اگر مجلس میں کسیکو وجد ہو اور وہ کھڑا ہو جاوے تو سب کو چاہیے کہ کھڑے ہو جائیں کیونکہ مخالفت سے انقباض ہوتا ہے اور موافقت سے انبساط۔ مخالفت سے طبیعت بجھ جاتی ہے۔ تو یہ قیام کرنا بھی ذکر مبارک میں کوئی حکم شرعی نہیں صحابہ رض سے ثابت نہیں محض ایک قسم کا وجد ہے۔ کسی وقت میں کسی صاحب حال پر حال طاری ہوا وہ حالت غلبہ میں کھڑا ہو گیا اور مطابق ادب وجد کے جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اسکے کھڑے ہونے پر سب کھڑے ہو گئے بس اصل تو اتنی تھی۔ بعد میں کسی کو یہ ہیئت طبعاً پسند آئی۔ بس پاس کر لی یعنی یہ بات اختیار کر لی کہ جب ذکر ولادت

شریف ہو تو ضرور کھڑا ہو جائے) اب غلو کی یہ حالت ہے کہ نماز تو بیٹھکر پڑھنا جائز ہے عذر میں مگر میلاد بدون قیام نہیں پڑھتے بہر حال جب یہ وجد تھا تو جب غلبۂ حال نہیں تو پھر اسکے اختیار کرنے کے کیا معنے۔ پھر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج اور وفات کا ذکر بھی تو ذکر ہی ہے۔ نزول وحی کا ذکر بھی ذکر ہے۔ پھر پیدا ہونے کے ذکر کی کیا تخصیص ہے بس رسم ہے اور کچھ بھی نہیں۔ جیسے بعض بعض جگہ سماع میں اختراعات ہو گئے ہیں کہ اصل تو گندگی رسم ہے یعنی ایک موقع پر ایک بزرگ پر عین سماع کے اندر ایک وجد طاری ہوا وہ اٹھکر مسجد کیطرف چلے قوال ان کے پیچھے پیچھے ہو لیے قوال بھی پہونچ گئے مسجد میں۔ بس اتنی حقیقت تھی۔ ایک دفعہ ایسا ہو گیا تھا۔ اب وہاں لازم ہو گیا ہے کہ عین سماع کے اندر صاحب سجادہ قصداً کھڑے ہوتے ہیں اور مسجد میں جاتے ہیں اور قوال انکے پیچھے پیچھے ہوتے ہیں اور مسجد میں بیٹھکر گانا بجانا ہوتا ہے۔ اسیطرح کوئی صاحب وجد ذکر نبوی سنکر کھڑے ہو گئے تھے محبت میں رسول کی اور دوسرے شرکاء مجلس کھڑے ہو گئے انکی موافقت میں۔ میں پوچھتا ہوں کہ اب یہ لازم کیوں ہو گیا۔ اگر یوں کہو کہ جی چاہتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ اگر کسی مستحب میں بھی احتمال ہو اوروں کے بگڑنے کا تو اس کو نہ کرنا چاہیے چہ جائیکہ مستحب بھی نہ ہو محض جی ہی چاہتی چیز ہو تو اگر اسکو اس مفسدہ کے سبب ترک کر دیں تو کیا حرج ہے اور اگر بالکلیہ ترک کرنے کو دل گوارا نہ کرے تو اچھا ضروری اصلاح تو ضرور ہی ہونا چاہیے۔ جسکی سہل صورت یہ ہے کہ میلاد میں کبھی قیام کریں کبھی نکریں اگر ایسا ہو تو کیا حرج ہے صاحب اگر پھر کوئی تم پر اعتراض کرے تب ہی کہیئے مشکل تو یہ ہے کہ اسکو ایسا لازم سمجھتے ہیں کہ بھلا کوئی ترک قیام کرا تو دے۔ باقی منع کرنے والے مطلقاً حرام نہیں کہتے جیسا کرنے والے لوگ مطلقاً واجب سمجھتے ہیں بہر حال جب ایسی ایسی باتیں پیدا ہو گئیں تو اگر نہ کہا جائے تو کیا کیا جائے۔ اسی طرح گیارھویں میں گیارہ تاریخ کی پابندی نکرو کبھی نویں کو کرلو کبھی بارھویں کو کرلو مگر عقیدہ درست کہو اب تو یہ بھی نہیں اکثر لوگ گیارھویں ڈر کے مارے کرتے ہیں کہ نہ کرینگے تو حضرت سیدنا غوث پاک رحمۃ ناخوش ہو جاوینگے جس سے کچھ ضرر ہو جاویگا اور اگر خوف سے نکرتے ان کو مقبول سمجھکر محبت سے کرتے تو پھر پابندی کی ضرورت کیا تھی کیا مقبولین اولیاء کی یہ شان ہوتی ہے کہ نذر مانو تو خوش ورنہ ناخوش۔ ایک جگہ کا واقعہ ہے کہ میں نے ان بدعات کے متعلق بیان کیا تو وعظ کے بعد ایک صاحب کہنے لگے کہ ایسے مسائل بیان کرنے کی ضرورت کیا تھی خواہ مخواہ لوگوں کو بھڑکانا۔ میں نے کہا ضرورت آپ ہی حضرات نے ثابت کی اگر آپ یہ بدعات نہ کرتے ہوتے تو ہمیں انکی نوبت نہ آتی۔ آپ کرنا چھوڑ دیں ہم رد کرنا چھوڑ دیں۔ قصور تو آپ ہی کا ہے آپ عمل کرتے ہیں بلا ضرورت ہم کہتے ہیں بضرورت۔ باقی ہم نفس عمل کو منع نہیں کرتے تم تخصیص تاریخ کی چھوڑ دو اور نیت اپنی درست کرلو ہم کچھ نہ کہیں گے۔ نیت یہ مت رکھو کہ روزگار میں ترقی ہوگی۔ یا بیٹا ہوگا۔ نیت یہ رکھو کہ حضرت غوث اعظم رحہ ہمارے محسن ہیں کہ ہم کو ان سے دین پہونچا اگر وہ تشریف رکھتے ہوتے تو انکی خدمت کرتے اب یہ نہیں ہو سکتا تو ہم ان کو ثواب ہی بخشدیں تو پھر ہم منع نہیں کرینگے مگر معیار اس نیت کا یہ ہوگا کہ پھر سبکی نیاز ہو جائے

ابو حنیفہ رح کی بھی امام بخاری رح کی بھی (کیونکہ سب محسن ہیں) حضرت غوث اعظم رح کی تخصیص نہ ہوگی - سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ تخصیص کیوں کرلی ہے اسیطرح سے ہم قیام کو منع نہیں کرتے مگر کہیں تو ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہوجاؤ کبھی عنایت کے بیان میں کبھی معراج کے ذکر میں - علی ہذا بعضی محفل میں تین چار دفعہ کھڑے ہوجاؤ - اگر اسطرح رکھو تو کون شخص منع کرے - یہ حقیقت ہے اس عمل کی - مقصود یہ ہے کہ محبت رسول یہ نہیں ہے جیسے تم کرتے ہو - محبت کے لوازم سے ہے کہ سب حقوق ادا کیے جائیں اُن میں سے ایک ذکر بھی ہے - منجملہ ذکر میں درود شریف بھی ہے قرآن شریف کی تلاوت بھی ہے جسمیں جابجا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نہایت جامع تذکرہ ہے اگر قرآن شریف ختم کرلیا تو گویا پورا ذکر کرلیا چنانچہ آپکے تذکرہ میں فرماتے ہیں لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایاتہ الخ اسی طرح بہت آیتیں ہیں ان آیات میں ذکر ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا - اور ذکر بھی بادشاہوں کا سا - اگر کسی بادشاہ کی سوانح عمری لکھو تو کیا بس اتنا لکھوگے کہ فلاں تاریخ پیدا ہوا اور فلاں تاریخ تخت نشین ہوا - اصل سوانح عمری تو یہ ہے کہ اسنے اتنے ملک فتح کیے یہ یہ احکام جاری کیے اس اس طرح مخالفین کی سرکوبی کی ایسی ایسی شجاعت ظاہر کی یہ ہے اصل سوانح عمری بس اس قاعدہ سے آپکی اصل سوانح عمری دو ہی چیزیں ہیں قرآن وحدیث - قرآن شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری شان ظاہر ہوتی ہے - آپکے اخلاق کا ذکر ہے - چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں - وانک لعلی خلق عظیم ○ اور آپ کی شان میں فرماتے ہیں انا ارسلنٰک شاھدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا - اسیطرح حدیث میں آپ کا کھانا پینا - سونا جاگنا اور دوسرے حالات مذکور ہیں - اب اسکا تذکرہ کیوں نہیں ہوتا - میں اسکی وجہ بتلاتا ہوں - ایک حریص سے پوچھا تھا کہ تمکو قرآن شریف میں کونسا حکم سب سے زیادہ پسند ہے اُسنے کہا کلوا واشربوا کہ کھاؤ اور پیو پوچھا دعا کونسی پسند ہے کہا ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء پس جسطرح اس شخص کو یہ پسند آیا اور یہ پسند کیوں نہ آتا کیونکہ اور باتوں میں تو نفس کے خلاف کچھ کرنا پڑتا ہے اور یہیں کچھ کرنا نہیں پڑتا - اسیطرح ان لوگوں کو سارے ذکروں میں یہ پسند آیا کہ آپکا نور پیدا ہوا پھر وہ آپ کی والدہ میں آیا پھر فلاں تاریخ ولادت شریف ہوئی بس اور یہ ذکر پسند نہیں آیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جاگ جاگ کر طاعت کی ہے - ایک ہی آیت کی تلاوت میں رات گذر گئی - پاؤں مبارک ورم کرگئے اور یہ ذکر پسند نہیں آیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ناراضی ظاہر کی ہے معصیت سے ریا سے حرام خواری سے - اسکو نہیں بیان کیا جاتا - وجہ اسکی صرف یہ ہے کہ اسمیں نفس کے خلاف کرنا پڑتا ہے سو اگر محض رسم ہی کی پابندی ہے تو اُس کا علاج نہیں اور اگر عقل سے بھی کام لیا جاتا کوئی چیز ہے تو کیا یہ شان ہوتی ہے محبین کی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اور تذکروں کو اُڑا ہی دیں اسی طرح محبت کے لوازم سے ہے آپ کی شان میں گستاخی نہ کرنا - اور آپکی تعظیم کیجائے - نیز متابعت کرنا میرے ایک صالح دوست نے جوکہ ذکر مبارک کے عاشق

تھے خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم اسکی سفارش نہ کرینگے جو ہماری بہت تعریفیں کرے۔ ہم تو اسکی سفارش کرینگے جو ہمارا کہنا مانے۔ یہ تو ان کا ذکر تھا جنھوں نے بزعم خود آپکے حقوق میں سے صرف محبت کا پہلو لیا اور بعض وہ ہیں جنھوں نے عظمت کو لیا ہے نہ تو محبت ہے نہ متابعت اکثر یہ وہ لوگ ہیں جن پر تعلیم جدید کا مذاق غالب ہے طرز ان کا یہ ہے کہ یہ لوگ علماء سے علتیں احکام کی پوچھتے ہیں احکام میں خود علتیں نکالتے ہیں اور جو بات اپنی عقل رسا وناقص کے خلاف ہو اسکے ماننے میں انکو تامل ہوتا ہے کہیں کہتے ہیں کہ پلصراط پر چلنا عقل کے خلاف ہے اسلئے کہ وہ بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے پھر کیسے کوئی چلسکتا ہے کہیں کہتے ہیں کہ ہاتھ پاؤں کا بولنا عقل کے خلاف ہے غرض بڑی ارزاں چیز ان کے یہاں یہی ہے کہ جہاں چاہیں کہدیں کہ عقل کے خلاف ہے ان امور میں سے ایک معراج بھی ہے کہ انکے نزدیک عقل کے خلاف ہے کہتے ہیں کہ تھوڑی ہی دور جاکر ہوا نہیں ہے وہاں پہونچکر جاندار کسی طرح زندہ نہیں رہ سکتا یہ طرز بتلا رہا ہے کہ ان کو محبت نہیں ہے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی کیونکہ جسکے ساتھ محبت ہوتی ہے اسکے احکام میں شبہ نہیں ہوا کرتا فرض کیجئے کسی عورت سے محبت ہوجائے اور وہ کہے کہ اپنا کرتہ نکال کر سر بازار برہنہ نکلجاؤ تو میں تم سے خوش ہونگی تو اگر وہ شخص محبت وعشق میں پکا ہے تو کبھی نہ پوچھے گا کہ اسمیں کیا حکمت ہے۔ بلکہ یوں کہیگا کہ میرے محبوب نے اپنے راضی ہونیکی ایک صورت تو نکالی۔ مجکو اس فرمائش کی وجہ دریافت کرنے سے کیا غرض۔ میرا تو مطلب نکلتا ہے ہرگز کسی مصلحت اور حکمت کے معلوم ہونے کا انتظار نہ کرے گا۔ محب کی تو بڑی مصلحت محبوب کا راضی کردینا ہے جب ایک عورت مردار کی محبت میں یہ حال ہے کہ اسکے احکام کی علت دریافت نہیں کیجاتی تو یہ احکام تو دیکھو کیسی ذات مقدس کے ہیں انکی علتیں کیوں دریافت کیجاتی ہیں بس بات یہ ہے کہ جو لوگ احکام میں شبہات نکالتے ہیں انکو محبت نہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اور اگر محبت نہیں ہے تو ان کا ایمان ہی کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تصریحاً فرماتے ہیں لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک اتنی محبت نہوگی تو ایمان نصیب نہوگا خود حق تعالیٰ فرماتے ہیں والذین اٰمنوا اشد حباً للہ ایمان باللہ وہ ہے جسمیں محبت ہو شدت کے ساتھ اور ایمان باللہ اور ایمان بالرسول متلازم ہیں پس ایمان بالرسول کی شرط بھی یہی شدت محبت ہوگی اور علاوہ شہادت قرآن وحدیث کے ویسے بھی تو مشاہدہ ہے اور موٹی بات ہے کہ طاعت کا لطف ہی بلا محبت نہیں آتا جو طاعت بلا محبت کے ہو وہ محض ضابطہ کی طاعت ہوتی ہے حقیقی طاعت نہیں ہوتی اس طاعت کی ایسی مثال ہوگی جیسے انجن میں بھاپ نہو اور اس کو مزدور ٹھیلتے ہوں جسکی رفتار کچھ بھی قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ جہاں ٹھیلنا بند کیا بس رک گیا۔ اسی طرح بدون محبت کے جو طاعت ہوگی قابل اعتبار نہیں۔ طاعت جب ہی قابل اعتبار ہوگی کہ آگ لگی ہوئی ہو۔ بھاپ بھری ہو محبت کی۔ بلکہ قطع نظر لطف کے آسان بھی طاعت جب ہی ہوتی ہے کہ جب محبت ہو مثلاً ایک تو مزدور کا کہنا ماننا۔ اسکی حالت تو یہ ہوتی ہے کہ جہاں آقا ٹلا اور کام سے بیٹھ گئے۔ اور ایک کسی محبوب کا

بعض وہ لوگ ہیں جنھوں نے صرف عظمت کو لیا ہے نہ محبت نہ متابعت

طاعت بلا محبت صرف ضابطہ کی طاعت ہے اور اسکی مثال

محب کو کسی بات کی فرمائش کرنا اور اُس کا اُس کام پر لگجانا اُس کی یہ حالت ہوگی کہ اگر اُس حالت میں کوئی اُس سے یہ بھی کہے کہ کھانا تو کھالو تو وہ یہ ہی کہے گا کہ میں جب تک کام کو پورا نہ کرلوں گا مجکو کسی بات میں چین نہ آئیگا غرض مزدور کے کام میں . . . اور محب کے کام میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے خوب سمجھ لیجئے کہ دوام طاعت جوکہ عادۃً سہولت پر موقوف ہے بلا محبت نہیں ہوتا پس جب عقلاً بھی محبت طاعت مفروضہ کا موقوف علیہ ہے تو ضرور محبت بھی فرض ہے اور ایسے لوگوں کو جب محبت نہیں تو ظاہر ہے کہ متابعت بھی نہیں جوکہ محبت پر موقوف ہے اور ویسے بھی بدیہی ہے کہ جو لوگ احکام میں شبہات نکالتے ہیں وہ عمل کیا خاک کرینگے ۔ غرض محبت و متابعت سے تو یہ عاری ہیں البتہ ان لوگوں کے قلب میں آپ کی عظمت ہے ضرور مگر عظمت بھی وہ نہیں جو مطلوب ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت جس حیثیت سے ہونی چاہیئے وہ ان میں نہیں یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اصالۃً ایک شاندار اور عاقل بادشاہ سمجھتے ہیں اور ضمناً نبی بھی بس زیادہ عظمت آپکی انکے دل میں بادشاہ ہونے کی حیثیت سے ہے ۔ نبی ہونے کی حیثیت سے آپکی زیادہ عظمت ان کے ذہن میں نہیں اگر نبی ہونے کی حیثیت سے اصل عظمت ہوتی تو احکام میں علتیں نہ ڈھونڈتے کیونکہ نبی موسس احکام نہیں مبلغ احکام ہیں اسی طرح مفسرین آپکا نام بانی اسلام نہ رکھتے جیسا کہ یہ لوگ آپ کو بانی اسلام کہا کرتے ہیں میرے نزدیک یہ لقب عیسائیوں سے لیا گیا ہے وہ لوگ اسلام کو خدا کا بنایا ہوا نہیں سمجھتے بلکہ بوجہ انکار نبوت کے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو بنایا ہے ۔ مسلمانو اس لقب کو چھوڑو خوب سمجھ لیجئے کہ بانیِ اسلام خدا تعالیٰ ہیں آپکی تو یہ شان ہے سے

درپسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند　＋　آنچہ استاد ازل گفت بگو مے گویم ؁

آپ نے تو اُدہر سے سنا اِدہر کہدیا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز خود نہیں بنائی ۔ آپ تو حکایت بیان فرماتے ہیں خدا تعالیٰ کیطرف سے مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ آپ صرف سفیر ہی نہیں بلکہ ہمارے آقا اور سردار بھی ہیں اسکو ایک مثال سے سمجھئے کہ ایک پیام پہونچانا تو وہ ہے جیسے ڈاکیہ خط پہونچاتا ہے اور ایک وہ جیسے استاد مضامین شاگرد کو پہونچاتا ہے استاد صرف حکایت کرنے والا ہی نہیں بلکہ حاکم اور مربی بھی ہے سو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی شان ہے بعض بے ادب لوگوں کو دھوکا ہوا ہے کہ نعوذ باللہ آپکی مثال محض سفیر جیسی ہے سو یہ محض باطل ہے بلکہ ہم غلام ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپ ہمارے آقا ہیں ۔ البتہ مبلغ ہونے کے معنے یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے گھٹاتے بڑھاتے نہیں ہیں اور اُس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ اجتہاد نہیں فرماتے تھے مگر وہ اجتہاد بھی مآلاً احکام وحی ہی میں داخل ہے کیونکہ جس اجتہاد کو قائم رکھنا نہوتا تھا وہ وحی سے منسوخ کردیا جاتا تھا پس جو منسوخ نہوا وہ بھی وحی منصوص بنگیا پس احکام اجتہادیہ میں بھی آپ کی یہی شان ہے ۔ شعر گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ؁ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود ؁

اور اوپر جو کہا گیا ہے کہ آپ محض سفیر نہ تھے مربی بھی تھے اس کا ایک کھلا قرینہ یہ ہے کہ آپکی حالت یہ تھی کہ جب کوئی شخص امت میں سے خلاف کرتا تھا تو آپ افسوس کرتے تھے کہ کیوں بگڑ رہا ہے سو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اسطرح

کام سپرد ہوتا جیسے سفیر کے ہوتا ہے تو آپ افسوس ہی کیوں کرتے کیونکہ جب آپ نے سفارت پوری کردی تو آپ بری ہوگئے۔ سفیر کا کام تو اتنا ہی ہے خواہ کوئی جنت میں جائے یا دوزخ میں افسوس کے کیا معنی اس سے صاف معلوم ہوا کہ آپ سفیر محض نہ تھے۔ غرض نہ تو سفیر محض تھے جیسا اہل تفریط سمجھے ہیں اور نہ مخترع احکام تھے ہمارے متبوع تھے مگر وحی کے بالکل تابع جب یہ ہے تو آپ کے فرمودہ احکام خدا کے احکام ہیں پھر خدا کے احکام میں عقل دوڑانا چہ معنے کیونکہ خدا تعالیٰ کا علم ہمارے علم کے جنس سے نہیں کہ ہم وہاں تک رسائی کی فکر کریں سو جب ان لوگوں نے عقل دوڑائی تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ آپکی شانِ نبوت کو مغلوب اور شانِ سلطنت کو غالب سمجھتے ہیں اور یہ خیال کہ یہ لوگ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک بادشاہ شاندار سمجھتے ہیں اسکی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب کبھی یہ لوگ آپ کے کارنامے بیان کرتے ہیں تو صرف بادشاہت کے کارنامے بیان کرتے ہیں آپکے فقر و فاقہ کو کبھی بیان نہیں کرتے کہتے ہیں کہ اسمیں ہیٹی ہوگی مگر خوب سمجھ لو کہ جنکی عظمت محدود ہے اُن میں تو ایسی باتوں سے کمی ہوسکتی ہے ورنہ ان حکایتوں سے کیا کمی ہوتی بلکہ اگر کسی کے پاس لشکر و حشم و خدم سب کچھ ہو اور اس صورت میں اسکو غلبہ و رعب حاصل ہو تو وہ چنداں کمال نہیں۔ بڑی عظمت تو اسمیں ہے کہ ایسی تو آپکی حالت مگر پھر رعب کی کیا کچھ کیفیت۔ ان لوگوں نے اپنے مذاق کے موافق قیاس کیا ہے جیسے انکے یہاں اناج نہ رہے تو چھپاتے ہیں مہمان کے لیے کہیں سے سالن منگاتے ہیں تو مہمان سے چھپا کر لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہ کر بیان کا قصہ ہے وہ یہ کہ ایک دفعہ ہمارے یہاں سالن کم ہوگیا گھر کے لوگوں نے بھائی کے یہاں سے چھپا کر سالن منگایا کہ مہمان کو خبر نہو کہ یہ دوسری جگہ سے آیا ہے۔ جب کھانے بیٹھے تو میں نے صاف کہدیا کہ یہ بھائی کے یہاں سے آیا ہے۔ اور میں نے گھر میں کہا کہ ہم سے جو دوستوں کو محبت ہے تو اللہ کے واسطے ہی ہے پھر اسمیں اسکی کیا گنجائش دوسرے ہماری شان ہی کیا ہے جو گھٹ جاویگی سو اپنی نسبت تو ہمیں یہی سمجھنا چاہیئے کہ ہماری شان ہی کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ دوسرا ہے کہ آپکی اتنی بڑی شان ہے کہ وہ ایسی حکایات سے گھٹتی ہی نہیں کوئی سمندر سے ایک قطرہ لے لے تو اس میں کیا کمی ہوگی اگر چیونٹی نے ایک ریزہ مٹھائی کا حلوائی کی دکان سے توڑ لیا تو اسکی دوکان میں کیا کمی ہوگی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت ہی ارفع ہے آپکے امتی ایسے ایسے گذرے ہیں کہ سلطنت کی بھی پروا نہیں کی حضرت غوث اعظم پاک رح کے پاس شاہ سنجر نے لکھا تھا کہ ملک نیمروز کا ایک حصہ آپکی خانقاہ کے خرچ کے لیے نذر کرنا چاہتا ہوں قبول فرمایئے آپ نے جواب میں یہ دو شعر لکھے

شعر

چوں چتر سنجری رخِ بختم سیاہ باد ‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏ در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب ‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏‏ من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

حضرت ابراہیم ابن ادھم رح جب سلطنت ترک کرکے چلے گئے تو ارکانِ دولت میں کمیٹی ہوئی کہ کسی طرح انکو لانا چاہیئے

حضور تو حضور اولیاء اللہ ایسے گزرے ہیں جو سلطنت کی پرواہ نہیں کرتے

[illegible]

[illegible]

وزیر گیا　دیکھا کہ آپ گدڑی اوڑھے ہوئے بیٹھے ہوئے ہیں۔ عرض کیا کہ حضور سلطنت درہم برہم ہو رہی ہے حضور تشریف لے چلیں آپ نے فرمایا کہ یہ سلطنت تمہیں مبارک ہو مجھے تو اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑی سلطنت عطا فرما دی ہے۔ اسکے بعد آپ نے اپنی سوئی گدڑی سے نکال کر دریا میں پھینکدی اور وزیر سے کہا کہ میری سوئی دریا میں سے نکلوا دو وزیر نے بیشمار آدمیوں کو دریا میں داخل کر دیا وہاں سوئی کا پتہ کہاں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا اب ہماری سلطنت دیکھو یہ کہکر مچھلیوں کو مخاطب کیا کہ اے مچھلیو میری سوئی لاؤ۔ صدہا مچھلیاں اپنے اپنے موہنہ میں کوئی سونے کی کوئی چاندی کی سوئی لے کر حاضر ہوئیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری وہی لوہے کی سوئی لاؤ۔ ایک مچھلی وہی لوہے کی سوئی لے کر نکلی۔ آپ نے وزیر کے سامنے ڈالدی اور فرمایا کہ دیکھی میری سلطنت تمہیں اپنی سلطنت پر بڑا ناز ہوگا مولانا فرماتے ہیں **شعر** رو بر سلطاں و کار و بار بیں ٭ حسن تجری تحتہا الانہار بیں ٭ عارف شیرازیؒ کہتے ہیں **شعر** بہیں حقیر گدایان عشق را کیں قوم ٭ شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند ٭ اور کہتے ہیں **شعر** گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں ٭ کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم ٭ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں زلزلہ آیا آپ نے زمین پر پاؤں مار کر فرمایا اسکنی یا ارض کہ اے زمین ٹھیر جا۔ بس زمین ٹھیر گئی۔ کیا حقیقت ہے سلطنت کی اسکے سامنے۔ ایک دفعہ دریائے نیل خشک ہو گیا ہمیشہ چڑھا کرتا تھا اُسی سے آبپاشی ہوتی تھی اُسدفعہ نہ چڑھا عمرو بن العاص یا عبداللہ بن عمرو بن العاص مصر کے عامل تھے لوگوں نے آکر عرض کیا آپ نے فرمایا کہ کبھی پہلے بھی ایسا ہوا ہے تو تم کیا کرتے ہو لوگوں نے کہا کہ جب ایسا ہوتا ہے تو ہم ایک جوان حسین لڑکی بھینٹ دیتے ہیں اس سے وہ جاری ہو جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ جاہلیت کی رسم کبھی نہیں ہوگی اسلام میں اور میں خلیفہ کو لکھتا ہوں اُنھوں نے حضرت عمرؓ کو لکھا حضرت عمرؓ نے نیل کے نام ایک حکم نامہ بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ اے نیل اگر تو خدا تعالیٰ کے حکم سے جاری ہے تو کسی شیطان کے تصرف سے بند ہونے کے کیا معنے اور اگر یہ نہیں ہے تو ہم کو تیری کچھ پروا نہیں خدا تعالیٰ ہمارا رازق ہے۔ آپکے اس لکھنے پر مخالفین ہنستے تے اور کہتے تھے کہ دریا پر بھی حکومت کرتے ہیں مگر قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید آپ کو شبہ بھی نہوا کہ ایسا نہوا تو عزت کر کری ہوگی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ اس رقعہ کو اعلان کے ساتھ لیکر چلے اور مخالفین کا گروہ بھی آپ کے پیچھے چلا ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ اس رقعہ سے اور دریائے نیل کے جوش سے کیا نسبت مگر وہ رقعہ دریائے نیل میں ڈالنا تھا کہ دریا کو جوش آیا اور لبریز ہو کر چلنے لگا۔ اور یہ باتیں تو کور مغزوں کے سمجھانیکے لیئے ہیں واقع میں تو انکی سلطنت کچھ اور ہی ہے جسکو حضرت بایزید بسطامیؒ نے ذرا تیز الفاظ میں کہا ہے مگر پھر کوئی ایسا نہ کہے اُنھوں نے کہا ہے ملکی اعظم من ملک اللہ جس کا مطلب یہ ہے کہ جتنی چیزیں ہیں وہ تو ملک ہیں اللہ کا اور اللہ تعالیٰ ملک ہے ہمارا اور ظاہر ہے کہ کہاں اللہ تعالیٰ کی علو شان اور کہاں دوسری چیزیں اسلیئے ہمارا ملک اعظم ٹھیرا اور جو آپ نے مرتبہ ناز میں کہا ہے ہر شخص کا موہنہ اس کہنے کے لائق نہیں کیونکہ **شعر** ناز را روئے بباید ہمچو ورد ٭ چوں

حضرت بایزید بسطامی کے اس مقولہ کا مطلب ملکی اعظم من ملک اللہ

نداری گرو بدخوئی مگر دہ حاصل یہ کہ انکی سلطنت کو کیا پوچھتے ہو وہ جب اولیاء اللہ کی یہ کیفیت ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تو دنیوی سلطنت کیا بلا ہے۔ سو آپ صرف بادشاہ ہی نہیں ہیں بادشاہ تو آپکے غلام ہیں۔ آپکو صرف بادشاہ قرار دینا تعظیم نہیں ہے آپکو نبی قرار دینا یہ ادب اور تعظیم ہے۔ مگر آپکی تعظیم میں ایک امر نہایت لازم اور فرض ہے وہ یہ کہ حق تعالیٰ کا ادب ملحوظ رکھا جاوے آپکو حق تعالے کی برابر نہ کر دیا جائے آجکل تو واعظین ایسی حکایات تراشتے ہیں کہ جن کا سر نہ پاؤں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی اور اولیاء اللہ کی شان میں بھی چنانچہ ایک حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی ملے ہیں حکایات تراشنے کو ایک حکایت گھڑی ہے کہ ایک بڑھیا گئی حضرت غوث الاعظم کے پاس اور کہا کہ میرا بیٹا مر گیا اُس کو زندہ کر دیجئے آپنے فرمایا کہ زندہ نہیں ہو سکتا اُسکی عمر ختم ہو چکی تھی۔ بڑھیا نے کہا کہ اگر اُسکی عمر ختم نہوتی تو آپسے کہنے کی کیا ضرورت تھی آپسے تو اسی واسطے کہا ہے کہ عمر ختم ہو گئی اور آپ کو زندہ کرنا پڑیگا آپنے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا وہاں سے بھی اُسی دلیل سے حکم ہوا کہ زندہ نہیں ہو سکتا آپنے بھی وہی جواب دیا جب کسی طرح عرض منظور نہ ہوئی اور ادھر بڑھیا نے تنگ کیا تو آپنے عزرائیل سے تھیلا روحوں کا چھین اُسے کھولدیا ساری روحیں پھر پھر اُڑ گئیں اور تمام مرے زندہ ہو گئے آپ نے فرمایا کہ دیکھا ایک کو نہ جلایا اب اچھا ہوا عزرائیل نے خدا تعالیٰ کے یہاں نالش کی وہاں سے حکم ہوا کہ ہم کو دوست کی خاطر منظور ہے جیسے وہ کہیں وہی ہی الٰہی توبہ کتنی بڑی گستاخی ہے حق تعالیٰ کی شان میں۔ کیا خدا تعالیٰ کی سلطنت اودھ کی سلطنت ہے کہ کوئی قاعدہ قانون ہی نہیں جس کا جو جی چاہا کر گذرا۔ ایسی غیر آئین سلطنت پر ایک حکایت یاد آئی کوئی شہر تھا ان نیاؤ پور۔ ان نفی کا کلمہ ہے نیاؤ کے معنے ہیں انصاف کے اور پور شہر کو کہتے ہیں اسکے معنے ہوئے بے انصافی کا شہر۔ ایک گرو اور ایک اُس کا چیلہ اُس شہر میں جا پہونچے اور چیزوں کا بھاؤ پوچھا۔ سب کا بھاؤ سولہ سیر۔ گیہوں بھی سولہ سیر چنے بھی سولہ سیر گھی بھی سولہ سیر نمک بھی سولہ سیر گوشت بھی سولہ سیر غرض سب کا ایک ہی بھاؤ۔ گرو نے یہ حال دیکھکر چیلہ سے کہا کہ یہاں سے چلو یہ شہر رہنے کے قابل نہیں۔ یہاں کھرے کھوٹے سب ایک بھاؤ تلتے ہیں۔ چیلہ نے کہا کہ ہم تو یہاں رہیں گے خوب گھی کھائینگے۔ طاقت آئیگی۔ ہر چند گرو نے سمجھایا مگر اُسنے ایک نہ مانی۔ خیر ایک عرصہ تک وہاں رہ گئے۔ افراط سے سب چیزیں ملیں چیلہ کھا کھا کر خوب موٹا ہو۔ ایک دفعہ اتفاق سے ایوان شاہی پر پہونچے راجہ کے یہاں ایک مقدمہ پیش تھا وہ یہ کہ دو چور کسی مہاجن کے یہاں گئے تھے چوری کرنے نقب دیکر ایک باہر پہرہ پر رہا ایک اندر گیا اُسپر وہ دیوار گر پڑی دب کر مر گیا اُسکے ساتھی نے دعویٰ دائر کر دیا مہاجن پر کہ اُسنے ایسی دیوار کمزور بنائی تھی کہ وہ گر پڑی مہاجن کو حاضر کیا گیا اُسنے عذر کیا کہ میرا قصور نہیں معمار نے ایسی دیوار بنائی تھی۔ معمار حاضر کیا گیا اُس سے پوچھا اُسنے کہا کہ مزدور نے گارا پتلا کر دیا تھا اُسنے اینٹ کو اچھی طرح نہیں پکڑا۔ مزدور حاضر کیا گیا اُس سے پوچھا گیا اُسنے کہا کہ سقہ نے پانی زیادہ چھوڑ دیا تھا اس لیے گارا پتلا ہو گیا۔ سقہ حاضر کیا گیا اُسنے کہا کہ سرکاری ہاتھی

آپکو صرف بادشاہ قرار دینا تعظیم نہیں ہے

واعظین کا حکایات تراشنا

ان نیاؤ پور کی ایک حکایت مع ذکر افراط

میری طرف دوڑا آرہا تھا مشک کا دہانہ میری ہاتھ سے چھوٹ گیا اسلئے پانی زیادہ پڑگیا فیلبان کو حاضر کیا گیا اُسنے کہا کہ ایک
عورت بجتا ہوا زیور پہنے آرہی تھی پازیب کی جھنکار سے ہاتھی چونک گیا وہ عورت حاضر کیگئی اُسنے کہا کہ سنار نے پازیب
میں باجا ڈالدیا تھا سنار کو حاضر کیا گیا اُسکو کچھ جواب نہ آیا۔ آخر کہیں تو سلسلہ ختم ہونا تھا۔ آخر یہہ تجویز ہو کہ اس سنار کو
پھانسی دیجائے۔ اُس کو پھانسی پر لے گئے اور گلے میں پھانسی ڈالی اُسکی گردن ایسی پتلی تھی کہ حلقہ اُسکے گلے میں
برابر نہ آیا حلقہ تھا بڑا۔ جلاد نے آکر کہا کہ حلقہ اُسکے گلے میں نہیں آتا اسپر یہ تجویز ہوا کہ کسی موٹے سے کو پھانسی یدو
تلاش ہوئی تو سوائے چیلہ صاحب کے اتنا موٹا کوئی اور نہ ملا یہ پکڑے گئے۔ انہوں نے گروجی سے کہا کہ اب کیا کروں
گروجی نے کہا کہ بھائی میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ یہہ شہر رہنے کے قابل نہیں مگر تو نے نہ مانا اب اپنے کیئے کو بھگت
چیلہ نے کہا کہ حضور کسیطرح بچایئے کچھ تو کیجئے آخر آپ کا بچہ ہوں گرو نے تدبیر نکالی کہ آپس میں جھگڑنا شروع کیا گرو
کہے کہ مجھے پھانسی دو اور چیلہ کہے کہ مجھے دو خوب جھگڑے یہاں تک کہ راجہ تک نوبت پہونچی۔ راجہ نے پوچھا کہ کیا بات
ہے گرو نے کہا کہ یہہ ایسی ساعت ہے کہ جو کوئی اس ساعت میں پھانسی چڑھے تو سیدھا بیکنٹھ کو جائیگا اس لیئے ہم جھگڑتے
ہیں کہ پھر ایسی ساعت نہ ملیگی۔ راجہ نے کہا کہ پھر اس سے اچھا موقعہ کہاں نصیب ہوگا ہمیں پھانسی یدو۔ چنانچہ
اُس منحوس کو پھانسی دیدیگئی۔ ایسے راجہ کو پھانسی ہی دینا اچھا۔ پاپ کٹا۔ خس کم جہاں پاک۔ یہ قصہ تھا ان نیاؤ پور کا
سو بہت سے لوگ مسلمان ہو کر ایسی ہی سلطنت سمجھتے ہیں خدا کی جیسے ان نیاؤ پور کی حکومت کہ کوئی قاعدہ اور قانون
ہی نہیں اندھا دھند معاملہ ہے۔ جسکے کچھ اصول ہی نہیں۔ صاحبو کتنا بڑا ظلم وستم ہے کہ اولیاء کو یا انبیاء کو خدا کی
برابر بلکہ مطابق ایسی خرافات حکایات کے خدا سے بڑھکر قرار دیا جاوے اس لیئے کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو اتنا مت بڑھاؤ کہ خدا میں ملادو کہ اس سے حضور بھی تو ناخوش ہونگے اب بعض وہ لوگ رہگئے کہ کسیقدر متابعت
تو کرتے ہیں مگر اُن کے دلمیں عظمت ہے نہ محبت اور یہہ لوگ زیادہ اُن میں ہیں جو آج کل کسی امام کا اتباع نہیں کرتے کہتے
ہیں کہ ترجمے موجود ہیں ضرورت کیا ہے اکابر کی اتباع کی۔ ہم خود دیکھکر سمجھہ سکتے ہیں اگر عربی نہیں سمجھتے تو ترجمہ ہی سے
احکام نکال لیتے ہیں سو ان میں بعض لوگ ایسے ہیں کہ نہ بزرگوں کا ادب کرتے ہیں نہ صحابہ رض کا نہ ائمہ کا۔ اور بلکہ خود
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں خشک الفاظ استعمال کرتے ہیں بس ظاہرا اطاعت تو کرتے ہیں اور بدعات سے
بھی بچتے ہیں مگر نہ عظمت جیسا بیان ہوا اور نہ وہ سوز و گداز جو محبت میں ہوتا ہے غرض اسوقت یہ تین جماعتیں
ہیں۔ ایک وہ جو محبت رکھتے ہیں مگر اتباع و عظمت نہیں۔ ایک وہ جو عظمت کرتے ہیں لیکن محبت و اتباع نہیں
ایک وہ جو اتباع کرتے ہیں مگر عظمت و محبت نہیں۔ سو یہہ تینوں جماعتیں پورے حقوق ادا نہیں کرتیں کسی نے
ایک کو لیا دو کو چھوڑا کسی نے دو کو لیا تیسرے کو چھوڑا علی ہذا۔ جامع وہ شخص ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت
میں۔ متابعت میں عظمت میں سر افگندہ رہتا ہو پس اس آیت میں یہی مضمون ہے آیت کا ترجمہ پہلے کرنا

چاہیئے تھا لیکن تمہید میں مضمون طویل ہوگیا اب ترجمہ کرتا ہوں فرماتے ہیں حق تعالیٰ شانہ قد انزل اللہ الیکم ذکرا رسولاً الخ اسکی توجیہ میں اختلاف ہے ایک توجیہ تو یہہ ہے کہ ذکر کی تفسیر کلام مجید سے کیجاے اور ذکرا کا بدل الاشتمال ہے رسول۔ اور ایک توجیہ یہ ہے کہ ذکرا کے معنے ہیں شرفاً کے اور رسولاً اُس سے بدل الکل ہو مطلب یہہ ہے کہ خدا نے ایک شرف نازل کیا سو شرف کا لفظ عظمت کو ظاہر کررہا ہے۔ وہ کون ہیں رسول ہیں۔ انزل بھی آپکی شرف پر دلالت کررہا ہے کیونکہ انزال اوپر سے نیچے آنے کو کہتے ہیں۔ مطلب یہہ ہے کہ تھی تو اونچی رکھنے کی چیز بوجہ شرف کے مگر تمھاری خاطر سے نیچے بھیجدیا ہے اس صورت میں آپ کا شرف در شرف ظاہر ہوگیا۔ اگر کسی کو شبہ ہو کہ دوسرے موقع پر قرآن شریف میں ہے وانزلنا الحدید کہ ہم نے لوہے کو نازل کیا حالانکہ وہاں اوپر سے نیچے آنا نہیں پایا جاتا کیونکہ لوہا آسمان سے تو نازل نہیں ہوتا وہ تو زمین میں سے نکلتا ہے اس لیئے انزال کے معنے اوپر سے نیچے آنے کے کہاں رہے۔ جواب یہہ ہے کہ وہاں مجاز ہے تعذر حقیقت کے سبب مجاز مراد لیا ہے اور لقد انزل اللہ الیکم ذکرا میں تعذر نہیں اسلیئے حقیقت مراد ہے۔ دوسرے علماء نے اسکی بھی یہ توجیہ کی ہے کہ حضرت آدم ع کے ساتھ کچھ چیزیں آئی تھیں۔ ہتھوڑا تھا اور کچھ چیزیں تھیں اور وہ اوپر ہی سے آئی تھیں۔ تیسری توجیہ یہہ کہ حدید نکلتا ہے زمین سے اور سبب اور مادہ اُس کا بخارات ہیں جو پانی سے پیدا ہوتے ہیں اور پانی اوپر سے آتا ہے اور زمین میں نفوذ کرتا ہے سو اس طرح وہاں بھی معنے حقیقی ہی ہیں۔ غرض حقیقی معنے انزال کے اوپر سے آنے کے ہیں اور انزل کا کلمہ بارش کے لیئے بھی آیا ہے سو آپکے لیئے اسکا استعمال ہونا یہہ اشارہ اسطرف بھی ہے کہ آپکی شان بارش کی سی ہے کہ وہ بھی رحمت ہے اور آپ بھی رحمت چنانچہ حدیث میں ہے انا رحمۃ مھداۃ یعنی میں خدا کی رحمت ہوں جو بندوں کے لیئے خدا کے پاس سے تحفہ کرکے آیا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت بارش کی سی ہے چنانچہ بارش سے حیات ہوتی ہے ارض کی اور آپ سے حیات ہوتی ہے قلب کی۔ ایک شعر حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب نے ایسے موقع پر پڑھا تھا کہ کسی نے آپ سے مسئلہ مولد کے متعلق پوچھا تھا آپنے فرمایا لو ہم مولد پڑھتے ہیں اور یہہ شعر پڑھا ؎ تر ہوئی باران سے سوکھی زمیں ۔ یعنی آئے رحمۃ للعالمیں ۔ اس شعر سے میرے اس مضمون کو اور قوت ہوگئی۔ غرض ذکرا میں آپکی عظمت کیطرف اشارہ ہے رسولاً میں متابعت کیطرف کیونکہ مدار متابعت کا رسالت ہے اور امنوا میں محبت کیطرف کیونکہ ایک آیت میں ہے والذین امنوا اشد حبا للہ اور حب اللہ اور حب الرسول میں تلازم ہے تو جسطرح ایمان کے لیئے اللہ کی شدت محبت لازم ہے اسیطرح رسول کی شدت محبت آگئی ہے۔ مبینات یعنی خود ظاہر بھی اور ظاہر کرنے والی بھی آگے ارشاد ہے لیخرج الذین الخ لیخرج میں لام غایت کا ہے۔ مطلب یہہ ہے کہ کیوں بھیجا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسلیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے برکات حاصل کریں اور یہہ شبہ نکیا جائے کہ جو ایمان اور عمل صالح کے ساتھ موصوف ہوگا وہ تو خود ہی خارج من الظلمات الی النور

ہوگا پھر انکے خارج کرنے کے کیا معنی سو مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ظلمت سے نور کیطرف خارج ہوئے ہیں وہ ایمان اور اعمال صالحہ کرکر ہوئے ہیں یعنی یہ برکت ایمان اور اعمال صالحہ ہی کی ہے کہ وہ تاریکی سے نور کیطرف آگئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپکی پوری حقوق ادا کرنے چاہییں یعنی ذکر بھی کریں محبت بھی کریں متابعت بھی ادب و تعظیم بھی۔ آگے آیت میں خاصیت ایمان اور اعمال صالحہ کی بیان فرماتے ہیں ومن یؤمن باللہ الخ مطلب یہ ہو کہ ایمان اور اعمال صالحہ کرکے کیا ملیگا۔ بشارت دیتے ہیں کہ یہ ملیگا یدخلہ جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ابدا قد احسن اللہ لہ رزقا یعنی ایمان اور اعمال صالحہ کا یہ ثمرہ ہو کہ حق تعالیٰ ایسی جنات میں داخل فرمائینگے جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی اور خالدین میں یہ بتلایا کہ وہ نعمتیں بلاحساب اور بلاانقطاع ہونگی۔ یہی دو صورتیں کمال نعمت کی ہوتی ہیں کہ نفیس بھی ہو کہ مزیت کیفا ہو اور بلا انقطاع بھی ہو کہ مزیت کما ہے سو یہ جنت میں حاصل ہوگا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے اسلیئے بھیجا ہے کہ آپکے جملہ حقوق ادا کرکے جنت کی نعمتیں حاصل کریں اور اگر حقوق ادا نہ کیئے برائے نام تھوڑی سی تعریف کرلی یا محفل منعقد کرلی اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ مثلاً طبیب کی تعریف سے کیا فائدہ جبتک اس سے نسخہ لکھا کر اس کا استعمال نہ کیا جائے اور اسکے کہنے پر عمل نہ کیا جاوے اور یہ حقوق آپ کے دائمی ہیں تو آپ ایسی بارش کے مشابہ نہیں جو کسی خاص موسم میں ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بارش ہیں کہ جس سے ہمیشہ بہار ہی بہار ہے کبھی خزاں ہی نہیں یہ نہیں کہ ربیع الاول میں تو بہار ہو اور مہینوں میں نہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہار جو حیات میں تھی وہ اب بھی بحالہ ہے اب میں اس مضمون کے مناسب اس شعر پر اپنے وعظ کو ختم کرتا ہوں

ہنوز آں ابر رحمت درفشان ست — خم و خمخانہ با مہر و نشان ست

محروم ہے وہ شخص جو ایسے نبی کے برکات حاصل نہ کرے دعا کیجیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نصیب ہو متابعت کی توفیق ہو آپکی عظمت ہو قلب میں فقط اور اس وعظ کا نام بمناسبت کلمات قرآنیہ کے **ذکر الرسول** مناسب ہے اور لقب اس کا بمناسبت آپکے معنوی برکات کے جو مشابہ ہیں باران و بہار کے۔

الربیع فی الربیع

مناسب ہے (پھر دعا کرکے جلسہ ختم کیا)

الحمد للہ کہ آج بتاریخ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ وعظ ذکر الرسول ملقب بہ الربیع فی الربیع چھپ کر تمام ہوا۔ اسکے علاوہ حضرت مرشدنا و مولانا محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم کی اور دیگر حضرات علمائے دیوبند و سہارنپور کی کل تصانیف اور قرآن شریف و حمائلیں و کتب درسیہ پتہ ذیل سے طلب فرمایئے

ع فی القاموس ربیع ربیع نما وزاد و فیہ المربع الخصیب فی الحدیث غیثا مغیثا مریا مربعا و فیہ ایضا فی وصف المطر مربع انبات فی الصحاح مربعا ای آتیا بالربیع والخصب لیہ امرعت الارض خصبت و یروی مربعا بضم المیم وکسر الیاء ای منبتا للربیع آہ فالمربع مستقل مفعولا مجردا و رفعا علا مزید آ من الربع او فیما من المربع و معناہ متقارب و بہ ظہر وجہ التلقیب ۱۲ منہ

خاکسار محمد بشیر علی عفی عنہ مالک اشرف المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

فہرست مضامین وعظ ہذا

کل مواعظ کے ملنے کا اصلی پتہ محمد شبیر علی مالک اشرف المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر